

ایسا بھی نہیں ہوتا

عمری رہ احمد

ایسا بھی نہیں ہوتا

”دنیا بھر کی سستی، کام چوری اور کاملی میری لڑکی پر ختم ہے۔“
ای کی ایونگ ٹریسیشن کا آغاز خلاف موقع آج جلدی ہو گیا تھا۔ اس نے ڈھنائی کی
اعلیٰ روایات قائم کرتے ہوئے انہیں نظر انداز کر کے لیئے رہنے کی کوشش کی مگر آج اگی فارم میں
تحمیں اور مسلسل اس کی مدد سرائی فرمائی تھیں اسے المحتنا ہی پڑا مگر یہ المحتنا عام المحتنا نہیں تھا۔ اپنے
کمرے کے دروازے کو اچھی طرح ٹیک کر وہ باہر آئی تھی۔

”چار گھنٹے پہلے تو آپ کا فرمان تھا کہ دنیا بھر کی سستی، کام چوری اور کاملی تجھے سے
شروع ہوتی ہے اور چار گھنٹے کے اندر اندر یہ مجھ پر ختم ہونا شروع ہو گئیں؛ بتدے کو اپنی زبان پر تو
قائم رہنا چاہئے۔“

اس نے صحن میں آتے ہی بیان داغا تھا اور پھر برآمدے کے واش بیس کے سامنے
کھڑے ہو کر چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی امی صحن میں تخت پر پیٹھی سبزی بنا رہی تھیں۔

”زبان دیکھی ہے قینچی کی طرح چلتی ہے۔“
انہوں نے اس کی بات پر آگ بگولہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

”نبیں میں نے تو زبان کو قیچی کی طرح چلتے ہوئے نبیں دیکھا آپ ایسا کریں کہ یہ سین ریکارڈ کرو کے نیلام گھر میں بھجوادیں کیونکہ آپ اکثر میری زبان کو قیچی کی طرح چلتے ہوئے دیکھتی ہیں۔“

اس نے آج بد تیزی کے سارے ریکارڈ توڑنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

”اُسکی اولاد سے تو بے اولاد ہوتا اچھا۔“

ایسی نے جیسے دہائی دی تھی۔

”اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چک گئیں تھیں۔“

تو لیے سے چہرہ خشک کرتے ہوئے ان کی طرف دیکھے بغیر اس نے تبصرہ کیا تھا۔ اسی نے اس کے تبصرے کو تظری انداز کرتے ہوئے حسب معمول لوگوں کی لاڑکیوں کے قصیدے پڑھنا شروع کئے۔

”لوگوں کی لاڑکیوں کو دیکھو کیا فرمانبردار اور تابعدار ہوتی ہیں ماں کو پر زمین سے اتارنے نبیں دیتیں کہ آخر ہم کس لئے ہیں۔ کبھی مجال ہے.... جو ماں کے جھٹکنے پر اف بھی کر جائیں ماں سیں موجودتے بھی نہیں تو ہنس کر کھاتی ہیں۔ ہر کام میں ہر فن مولا ہوتی ہیں ہر ایک کا ادب لیاظ کرتی ہیں۔ مجال ہے جو کبھی کسی کو تکلیف پہنچا سیں یا کسی سے اوپھی آواز میں بات بھی کر جائیں۔“

گھر کو آئنے کی طرح چکا کر رکھا ہوتا ہے کہ دیکھنے والا عش عش کراثتا ہے اور مجال ہے کبھی وقت بے وقت سوئیں صبح فجر کی اذان کے ساتھ بیدار ہوتی ہیں اور عشاء کی نماز پڑھتے ہی سو جاتی ہیں۔“

ایسی کے کسی نادیدہ تصوراتی تھوڑے کے بارے میں قصیدوں نے اس پر اٹا اٹر کیا تھا۔

”آپ ایسا کریں اسی کہ لوگوں کی لاڑکیاں لے آئیں تا کہ میری تو جان چھوٹے اس روز روز کی سکھرار سے۔“ اس نے بڑی سنجیدگی سے مشورہ دیا تھا۔

ایسی اپنے قصیدے کو بے اثر جاتا دیکھ کر پھر بھڑک انھی تھیں۔

”لوگوں کی لاڑکیوں نے ہی آتا ہے یہاں میری بہوئیں بن کر اللہ کا شکر ہے کہ تم سدا نبیں رہو گی یہاں انہوں نے ہی راج کرتا ہے یہاں۔“

”تو بس پھر جھڑا اس بات کا ہے مجھ سے تو آپ کی جان چھوٹ ہی جانی ہے۔ آپ تو بس یہ دعا کیا کریں کہ کہیں لوگوں کی لڑکیاں بھی میری جیسی نہ تھیں ورنہ پھر آپ انہیں کہنے لوگوں کی لڑکیوں کے قصیدے سنائیں گی۔

ویسے لوگوں کی لڑکیاں کوئی اتنی فرم انبردار اور تابعدار بھی نہیں ہوتیں جتنی آپ بتاری ہیں اور اگر ماں کے سکھانے کے بغیر ہی ان میں کچھ ہنر اور گن ہوتے ہیں تو اس کی وجہ کوئی آسمانی یا پیغمبær خوبی نہیں ہوتی بلکہ یہ جو گلی گلی سرزک ہر قسم کے کورسز کے ادارے ہوتے ہیں یہ سب ان کا کمال ہوتا ہے اور اگر وہ ماں کو ملنے بھی نہیں دیتیں تو یہ کوئی احسان نہیں ظلم کرتی ہیں ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اچھی صحت کے لئے چلنا پھرنا انتہائی ضروری ہے ورنہ بلند پریش، شوگر اور دل کی بیماریاں ہو سکتی ہیں اور بات کرنی آتی ہو گی تو کسی سے اوپر جی آواز میں بات کریں گی تا جب منہ کھولنا بھی نہیں آتا تو کسی کو اپنی بات کیسے سمجھائیں گی۔“

اس نے تو جواب میں تقریر کر دی تھی۔ اسی نے خون کا گھونٹ پی کر آلو کاشنے پر اکتفا کیا اسے کچھ اور کہہ کر وہ مزید کوئی تقریر یہ سننا نہیں چاہ رہی تھی۔

وہ تو لیے سے منہ پوچھ کر دوبارہ صحن میں آگئی تھی۔

صحن میں کھڑے ہو کر چھت کی طرف منہ کر کے اس نے زور سے آواز لگائی تھی۔

”عاصم..... عاصم۔“

تیری منزل سے اس کے بھائی کی گردان نمودار ہوئی تھی۔

”ہاں بایگی کیا بات ہے۔“

”اویسے بات کے بچے نیچے آ دو منہ میں نیچے آ۔“

”اچھا بھی آتا ہوں۔“ عاصم یہ کہہ کر منڈیر سے ہٹ گیا تھا۔ ایک منہ صحن میں ٹھیل کر

انظام کرنے کے بعد وہ دوبارہ چلائی تھی۔

”عاصم اور عاصم۔“ اس دفعہ پھر بھائی منڈیر پر آیا تھا اس سے میشور کہ وہ کچھ کہتا وہ

دھاڑی تھی۔

”تم پیچے تشریف لاتے ہو یا میں اور پاؤں۔“

”نہیں میں ہی تشریف لے آتا ہوں۔“ وہ اس کے چہرے کے تاثرات سے ہی بہت

کچھ کہو گیا تھا اور اگلے دو منٹ میں ہانپتا کا نپا سیر صیاں طے کرتا وہ نیچے اس کے سامنے تھا۔

”تی باتی کیا کام ہے۔“

”یہ پانی پلاو نجھے۔“ اس نے برآمدے میں رکھے کولر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کے

دس سالہ بھائی نے اسے ملامت بھری نظر وہ سے دیکھا تھا۔

”مجھے اتنی دور سے پانی پلوانے کے لئے بلوایا حالانکہ کولر سامنے پڑا تھا۔ خود پی

لیتیں۔“

اس نے کولر کی طرف جاتے ہوئے ماں سے شکوہ کیا تھا۔

”ہاں بڑی دور تھے تم کوہ قاف میں بیٹھے تھے۔ یہیں کا پڑھ میں بینے کر آٹھ گھنٹے میں پہنچے ہو یہاں، پھر میں اڑانے میں بڑا دل الگا ہے تمہارا بہن کو ایک گلاں پانی نہیں پلا سکتے۔ چلو لے گرا وہ اپنی کتابیں۔“

عاصم کی یہ سن کر جان پر بن گئی تھی۔ بہت غلط بات بہت غلط موقع پر اس نے کہہ دی تھی۔



وہ دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ دونوں بھائی اس سے چھوٹے تھے ایک آٹھ سال کا تھا دوسرا دس سال کا مگر وہ صرف کہنے کوہی بڑی تھی۔ عقل اور عادات کے اعتبار سے وہ اتنی بھی بیدل تھی جتنے اس کے بھائی تھے۔ عراس کی بیس سال تھی اور بمشکل ایف اے سے پیچھا چڑرا کر اس نے اسی سال بی اے میں ایڈمشن لیا تھا۔ اکلوتے ہونے کے سارے نقصان اور خامیاں اس میں بکثرت موجود تھیں۔

کام کا ج سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور کام چوری میں اس نے اگلے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیتے تھے۔ ماں ہزار بار کہتی چھتی چلاتی مگر جمال ہے جو اس پر کوئی اثر ہوتا۔ ہربات کا جواب وہ اپنی طرف سے ہوئی اعلیٰ دلیلوں سے دینے کی کوشش کرتی اور دوسروں کے ساتھ ساتھ اسے خود بھی احساس تھا کہ اس کی دلیلیں بہت بونگی ہوتی ہیں مگر اس بات نے کبھی اس کی بہت پسپا نہیں کی تھی مگر ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ کچھ کرتی ہی نہیں تھی، شوق اس نے بہت بڑے بڑے پالے ہوئے تھے پہلا ابتدائی اور انتہائی قسم کا شوق انگلش میں فل ہونے کا تھا اور یہ شوق اسے بچپن سے

ہی تھا۔ پہلے وہ سال میں تین بار اس شوق کو پورا کرتی تھی پھر کانج میں آ کر جب یہ گرسہ زیادہ طویل ہو گیا (بیچرے کے دو سال بعد منعقد ہونے کی وجہ سے) تو اس نے باری باری تین بار انگلش میں فیل ہونے کی درخواست روایت کو قائم رکھا اور ستم یہ کہ ان کا رناموں کے باوجود اس نے بی اے میں انگلش لازمی کے ساتھ ساتھ پڑھ بھی لے لیا کونکہ آج کل ڈائجنسنوس کی کہانیوں کی زیادہ تر ہیر دنوں نے یہی Subject پڑھا ہوتا ہے۔ ہاں بھی اس کا دوسرا بڑا شوق ڈائجسٹ پڑھنا تھا۔ بہت ڈائجسٹ جمع کے رکھتی تھی وہ کچھ دوستوں سے ادھار لے کر کچھ زبردست اخفا کر کے بہر حال ڈائجنسنوس کا ایک ذہیر اس نے جمع کیا ہوا تھا اور ہر ڈائجسٹ کے اوپر اس نے ہرے پیارے اخبار چڑھایا ہوتا تھا۔

ایک شوق اسے کھانے کا بھی تھا اور وہ ہر چیز کھا جایا کرتی تھی جو کھانے کے قابل ہوتی تھی مثلاً صرف کھانے کا ہوتا تو پھر بھی ٹھیک تھا مگر بات اس سے بھی بڑھ چکی تھی اس کے کھانے کی کوئی حد ہی نہیں تھی جو چیز وہ کھانے پر آتی بس کھاتی ہی چلی جاتی، چاہے وہ نافیاں ہوں یا بسکٹ۔ بات صرف ان چیزوں کے شوق تک رہتی تو شاید سب کچھ ٹھیک ہی رہتا مگر آج کل اسے جو شوق ہوا تھا وہ نہ صرف نیا تھا بلکہ بے حد خطرناک بھی۔



”میں نے تمہیں کہہ دیا تھا جو کچھ بھی ہو اس یہ کام تو مجھے کرنا ہی ہے۔“
کانج لان میں درخت کے نیچے اپنی چاروں دوستوں کے سامنے اس نے اعلان کیا تھا۔

”ہاں ہاں ٹھیک ہے کرتا ضرور کرنا، ہم کب منع کرو ہے ہیں مگر کچھ صبر اور حوصلے سے کام لوائیے کام جلد بازی میں خراب ہو جاتے ہیں۔“
یمنی نے بڑے چل سے اسے سمجھایا تھا۔

”مجھے کوئی جلد بازی نہیں ہے مگر کچھ آغاز تو ہوا بھی تک معاملہ جوں کا توں ہے۔“
”اب ہم کیا کریں جو حریبے ہمیں معلوم تھے وہ ہم نے تمہیں بتائے اب ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تو ہم کیا کریں۔“
اس کی دوسری دوست سارہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جماہی روکتے ہوئے کہا۔

”لوکتھے آرام سے تم نے کہہ دیا کہ ہم کیا کریں دوست کیا تم جیسے ہوتے ہیں کہ ضرورت پڑنے پر ہاتھ جہاز کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ہم کیا کریں آخر تھہاری مدد کے بغیر میں اپنی خواہش پوری کیسے کر سکتی ہوں۔“

”مجھے تو یہ بھھ میں نہیں آتا کہ تمہیں اتنی گھٹیا خواہش پالنے کی ضرورت کیا تھی آگے کم..... شوق پال رکھے ہیں۔“

سارہ نے دوسری بار گھٹیا کا لفظ استعمال کرنے سے دربغ کیا جانتی تھی کہ وہ گلے پڑ جائے گی۔

”سارا زمانہ بھی خواہش پالے پھرتا ہے میں نے ایسا کون سا انہوں کام کر دیا ہے۔“
اس نے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔

”سارا زمانہ کتوں میں چلا گئے گا تو کیا تم بھی لگا دوگی اور سارا زمانہ بہت سے اچھے کام بھی کرتا ہے کبھی انہیں فالو کرنے کی کوشش کی تم نے ہاں پر دی کرنے کا خیال آیا تو بس لو میرج کے سلسلے میں آیا۔“

سارہ نے اسے اچھی طرح جہاز اتحا اس کا رد عمل توقع کے مطابق تھا وہ بھیں بھیں کر کے روئے گئی۔

”بس جی کہنا کیا ہوتا ہے یہاں تو ڈرامہ 85 شروع ہو جاتا ہے۔“ سارہ نے کافی تا گواری سے کہا تھا اب تینوں دوستوں نے بڑی ہمدردی سے اس کے مگر مجھ کے آنسوؤں کو دیکھا تھا پھر بھینی نے کہا۔

”چلواب رو نادھونا بند کرو تمہیں کہا تو ہے کہ تمہاری مدد کریں گے مگر کچھ سوچنے تو دو۔“
ٹھانے بڑی پھرتی سے اپنے آنسو خلک کے تھے اور بھوگیر آواز میں کہا۔

”ہاں تو کچھ سوچو۔“
اس کی چاروں دوستیں سوچ کے سمندر میں گم ہو گئیں اور وہ بڑے اطمینان سے کچھ کچھ چپس کھاتے ہوئے ان کا منہ دیکھنے لگی کافی طویل خاموشی کے بعد شازی نے سراخایا تھا۔

”ایک ذیال آیا تو ہے مجھے تم ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ انہیں آئندیا ز کو استعمال کرو جو تم افسانوں میں پڑھتی ہو شاید انہیں میں سے کوئی تکالگ جائے۔“

وہ اس کے مشورے پر تقریباً اصل پڑی تھی۔

”کیا بات ہے تمہاری کیا مشورہ دیا ہے تم نے یہ مشورہ پہلے دستیں تو اتنا وقت تو ضائع نہ ہوتا۔“

”لوجب خیال آتا ہے ہی دیتی نا۔“ شازی نے ناگواری سے کہا۔



اور گھر جاتے ہی وہ اسنور میں گھس گئی تھی۔ دوپہر سے لے کر رات کے بارہ بجے تک وہ رسالوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لو میرج کے اچھے آئینڈیا ز کاپی پر انتار قی رہی اگلے دن کانج میں وہ چاروں دوستیں پھر درخت کے نیچے جمع تھیں۔

”میں نے یہ آئینڈیا ز نکالے ہیں تم لوگ ذرا دیکھو تو سہی انہیں اور پھر مجھے بتاؤ کہ کس ترتیب سے انہیں ٹرالی کرنا چاہئے۔“

اس نے کاپی ان کے سامنے بڑھا دی وہ چاروں بڑی دلچسپی سے کاپی پر جھک گئیں۔

”ایک تو یہ زہت عبد اللہ کے افسانے والا آئینڈیا نیخیک ہے۔ کسی بھی خوب صورت گھر میں گھس جانے والا نماذل ٹاؤن کا ایک چکر گاما پڑے گا گھر سلیکٹ کرنے کے لئے مگر یہ آئینڈیا بہت اچھا ہے۔ پہلے نمبر پر تو اسے ہی رکھلو۔“ فرزانہ نے چین سے نمبر میگ کا آغاز کیا تھا اور پھر انہوں نے پانچ بہترین آئینڈیا ز کا انتخاب کیا تھا۔

”میرے خیال میں فی الحال اتنے کافی ہیں ان میں سے کوئی نہ کوئی تو کام آئے گا ہی اور اگر یہ سب بے کار رہے تو پھر مزید کے بارے میں سوچا جائے گا۔“ شازی نے کاپی بند کرتے ہوئے کہا تھا۔

”اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے کہیں اپنے گھر سے کانج تک کے راستے میں کوئی ایسا گھردیکھا

ہے جو بہت خوب صورت ہو۔“ فرزانہ نے اس سے پوچھا۔ اس نے سر کو تھوڑا سا کھجا کر کہا۔

”تمہیں تو پہاہے میں دین پر کانج آتی ہوں اور دین میں بالکل آگے کونے میں بیٹھتی

ہوں اور دین میں انتارش ہوتا ہے کہ باہر کا کوئی نظارہ نظر ہی نہیں آتا یہ میرا خیال ہے کہ راستے

میں ایسا کوئی گھر بے بھی نہیں جو مجھے اپنے خواہوں کا گھر لے۔“

”تمہارے گھر کے قرب و جوار میں بھی ایسا کوئی گھر نہیں۔“ فرزانہ نے تھوڑا مایوس ہو

کر کہا تھا شانے سرنی میں ہلا دیا۔

”اس کا مطلب ہے ہمیں ماذل ناؤن جانا ہی پڑے گا۔“ اس بار شازی نے کہا تھا۔

اور پھر ایک دن پانچوں دوستیں کالج کے بعد گھر جانے کی بجائے ماذل ناؤن کی طرف روانہ ہو گئیں ماذل ناؤن ڈی بلاک کے سامنے ویگن کے اسٹاپ پر ویگن سے اتنے کے بعد انہوں نے پیدل اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔ ہر گھر کو ہر ہر غور سے دیکھتے ہوئے وہ بلاک کا چکر لگا رہی تھیں۔

”یار مجھے تو ہر گھر ہی پسند آ رہا ہے۔ مجھ سے تو فصلہ ہی نہیں ہو رہا کہ کون سا گھر ٹھیک رہے گا۔“ شانے اپنا مسئلہ بتایا تھا۔

”ٹھیک ہے پھر تم ایسا کرو کہ ہر گھر میں باری باری جاؤ جہاں کوئی الوچھس جائے بس سمجھ لینا وہی تمہارا مستقبل کا سرال ہے۔“ سارہ نے اپنی طرف سے انتہائی داشمندانہ مشورہ دیا تھا۔ گھر پوری پلن نے اسے ملاتی نظرؤں سے دیکھا۔

”یہ صرف مشورہ تھا بھتی۔“ سارہ نے ان کی نظرؤں سے گھبرا کر اپنی صفائی پیش کی۔

”تم ایسے مشورے اپنے پاس ہی رکھو،“ شانے ترخ کرائے کہا۔

”شانی گھر اچھا ہے دائیں مارٹل کا ہے اس رائٹر نے بھی کچھ اسی قسم کا گھر بتایا تھا۔“

فرزانہ اچاک ایک گھر کے سامنے تھک گئی تھی۔ اس نے رائٹر کا ذکر کرائے کیا تھا جیسے

انہوں نے خود اسے گھر کا پتا لکھ کر دیا تھا اس تاکید کے ساتھ کہ بھتی وہاں ضرور جانا۔

”ہاں گھر تو دیتا ہی ہے۔“ شانے محتاط انداز میں گھر پر نظر ڈالی تھی وہ سب اس کوٹھی کا

جاائزہ اس طرح لے رہی تھیں جیسے وہاں ڈاکاؤالنا ہو۔

”تو پھر کیا خیال ہے۔“ سارہ نے پوچھا تھا۔

”ہاں بس بھی ٹھیک ہے۔“ شانے حتی انداز میں کہا۔

”تو بس ٹھیک ہے تم اور سارہ اندر چلے جاؤ ہم آگے کا ایک چکر لگا کر آتے ہیں۔“

فرزانہ نے کہا تھا۔

”ٹھیک ہے گھر زیادہ دورست جانا۔“ سارہ نے انہیں تاکید کی۔

”نہیں بھتی اسی سڑک پر ہیں گے اور جوتا ایک بار چیک کر لو اور شا تمہاری شلوار کے

پاپچے ایزھیوں سے بھی نیچے لٹک رہے ہیں۔ بھاگنے ہوئے تو یہ جو توں کے نیچے آئیں گے اور تم گر بھی سکتی ہو۔ اس لئے شلوار کو تھوڑا اور اوپر کرو بلکہ نخنوں سے اوپر ہو تو زیادہ بہتر ہے جیسے سارہ کی ہے بالوں میں ذرا برش پھیسلو اور لپ اسٹک بھی ذرا دوبارہ لگالو۔ ”ثانے فرزانہ کی بدایات پر عمل شروع کر دیا۔

دو پھر کے دو بجے اس دیران سڑک پر کوئی نہیں تھا سوہہ بڑی آزادی سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ شازیہ نے گیک سے پر فوم نکال کر اس پر چھپ کا اور اس سے بھیز برش اور لپ اسٹک لے کر بیگ میں رکھ لیں۔

”یاد رکھنا کتے کی آواز سننے ہی دونوں بھاگ کر باہر آ جانا یہ انتظار مت کرنا کہ اس کی شکل نظر آئے تو ہی بھاگنے کی کوشش کر دتم لوگوں کو کتے کی رفتار کا کوئی اندازہ نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی رشتہ داری ہے۔ اس لئے بہترین راستہ فرار ہے اور وہ باہر آ گیا تو پھر صرف تم لوگوں کے لئے نہیں ہمارے لئے بھی مسئلہ ہو گا۔“

مینی نے کسی جنگی کمانڈر کی طرح انہیں حکمت عملی سمجھائی تھی۔

”تم فکر نہ کر دا بہم اتنے بے وقوف نہیں ہیں۔“ ثانے اسے تسلی دی تھی۔

”بس پھر ٹھیک ہے ہو جاؤ روانہ۔“ شازیہ نے انہیں کہا تھا اور وہ خود تینوں ان کی طرف ہاتھ ہلاتے ہوئے آگے نکل گئی تھیں۔

وہ دونوں مبلغنے کے انداز میں آگے بڑھیں اور گیٹ کھول کر اندر داخل ہو گئیں۔ بڑے مقاط انداز میں انہوں نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی تھی وسیع و عریض لان میں دور دور تک انہیں کوئی نظر نہیں آیا۔

”کیا لان ہے یار!“ سارہ نے بے اختیار داد دی تھی۔ ثانے اس کی بات پر بڑے فخر یہ انداز میں مسکرائی تھی جیسے یہ سارا کمال اس کا ہو۔

”کوئی کتا وغیرہ بھی نظر نہیں آ رہا۔“ سارہ نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا تھا۔

”اب کیا کریں؟ اندر چلے جائیں یا یہاں رہیں۔“

”ایسا کرتے ہیں ذرا جیچے سے بھی ہو کر آتے ہیں۔ ذرا دیکھیں تو کسی چیچے بھی لان ہی ہے یا کچھ اور ہے۔“ ثانے لان میں داخل ہو گئی۔ سارہ نے اس کی پیر وی کی۔

دونوں بڑے مزے سے لان میں ٹھلتے ہوئے گھر کے عقبی حصے میں پہنچ گئیں اور وہاں پہنچتے ہی دونوں کے قدم ایک ساتھ مجھ دھونے تھے لان کے بالکل وسط میں ایک بڑے شیلنر کے نیچے ایک عدد سومنگ پول تھا اور سومنگ پول کے پاس رکھے ہوئے اسٹری یوز بلند آواز میں ایک Tina Turner کاریکارڈ بجارتے تھے۔ سومنگ پول کے پاس ایک نیبل پر اور نیج جوس کا ایک گلاں پر اتحاد اور کچھ کیسٹس مگر جس چیز نے انہیں ساکت کیا تھا وہ باتحادہ گاؤں پہنچتا ہوا ایک مرد تھا وہ ابھی سومنگ پول سے برآمد ہوا تھا اور باتحادہ گاؤں پہنچن کر اس نے دونوں ہاتھوں سے بال ماتھے سے ہٹائے تھے پھر وہ جوس کا گلاں لے کر جیسر پر میٹھا گیا تھا۔

وہ بلاشبہ بے حد خوب صورت تھا کم از کم انہوں نے آج تک اس جیسا بندہ نہیں دیکھا تھا وہ چھٹ سے بھی نکتے ہوئے قد کا مالک تھا اور بہت Chirelled Features کا مالک تھا رنگت سے وہ کوئی انگریز نظر آتا تھا مگر اس کے ڈارک بلک بال اس کی ننگی کر رہے تھے جوں پیتے ہوئے وہ میوزک کے ردھم پر ایک پیر سے فور کو Tap کر رہا تھا اس کا رخ انہیں کی طرف تھا مگر اس نے ابھی تک انہیں نہیں دیکھا تھا۔

”بہت خوش قسم تو شا بہت خوش قسم ہے۔“ ایک طویل خاموشی کو سارہ نے توڑا تھا۔

”چلو آگے چلتے ہیں اس کے پاس۔“ شانے اسے جواب دینے کی بجائے مشورہ دیا تھا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ انہوں نے اس کی طرف جانا شروع کیا تھا لیکن صرف دو ہی قدم انھائے تھے کہ اس کی نظر ان پر پڑ گئی تھی۔ اتنی دور سے بھی انہیں اس کے ماتھے پر پڑنے والے بل صاف نظر آئے تھے۔ انہوں نے آگے گے ہڑھنا بند کر دیا۔

اس نے جوس کا گلاں میز پر رکھا اٹھ کر اسٹری یوز آف کیا اور ان کی طرف بڑھنے لگا ان کی بغض اور دل کی دھڑکن بڑھ گئی تھی۔ وہ ان کے سامنے آ کر رک گیا۔ امریکن ایچی میں بہت روائی انگلش میں اس نے ان سے پوچھا تھا۔

Who are you and how did you come in.

اس کی انگلش سن کر ان دونوں کے اوسان خطا ہو گئے تھے سوال مشکل نہیں تھا مگر اچانک کیا گیا تھا۔

"اس رائٹر کے افانے میں تو ایسا نہیں ہوتا۔" شانے مدھم سرگوشی کی تھی۔
"مگر یہاں ہو رہا ہے۔ اسے اروہ میں تی جواب دو یہ نہ ہو کہ تمہاری انگلش سن کر وہ
مزید کوئی سوال کر دے وہ بھی انگلش میں۔" اتنی تی مدھم سرگوشی میں سارہ نے اسے جواب دیا تھا وہ
ان سے پچھا فاصلے پر کھڑا نہیں گھورتا ہوا جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں شنا ہوں اور یہ سارہ ہے، ہم یہاں سے گزر رہے تھے آپ کا مگر بہت اچھا لگا تو
اندر دیکھنے پلے آئے میں آپ کوچ کہہ دی ہوں میں نے آج تک ایسا گھر نہیں دیکھا۔"

"Is it my fault?"

شاکو اس کا جملہ سن کر جھکا لگا تھا چند لمحوں کے لئے وہ نادمی ہوئی مگر پھر اس نے رات
کو تین گھنٹے لگا کر یاد کئے جانے والے ڈائل گز یو لنے شروع کئے۔
"میں سچ کہہ رہی ہوں آپ کو شاید یقین نہیں آ رہا حسن و خوب صورتی کا ایسا شاہکار
آج تک میری نگاہ سے نہیں گزر رہا یہ خوب صورتی اور نفاست اس گھر کے باسیوں کے اعلیٰ ذوق کی
ترجمانی کر رہی ہے۔"

"Please what ever you want to say, say it in simple
Urdu so that I could understand it. But at present
you are doing just the other way round."

ہرے تیکھے انداز میں ابر واچ کاتے ہوئے اس نے کہا تھا، شاکا پورا منصوبہ یک دم پانی
میں غرق ہو گیا تھا۔

"Now see I know this is a nice house but this colony
is full of such houses. And I don't think there is
anything special about my house. Alright. Do
remember that this is not Taj Mahal or Shalimar
Garden which you could visit as often as you wish.
This is my house not a public place so don't come
here again. I hate girls doing such disgusting things

as you have done. Now please move out."

اس بندے نے بہت غمہ گھر کر کھا شاید اسے ان کی لگش کی قابلیت کا اندازہ ہو گیا تھا لیکن لگش میں ہی انہیں جو کچھ کھا تھا وہ حرف بحروف انہیں سمجھا گیا تھا۔ صرف دھکے دینے کی کسر چھوڑی تھی اس نے ان دونوں میں اگر شرم ہوتی تو اس سونہنگ پول میں کوڈ کر جان دے دیتیں جس سے وہ کچھ دیر پہلے طلوع ہوا تھا مگر اس نایاب چیز سے وہ اسی طرح محروم تھیں جس طرح ہمارے سیاست داں۔

دھمکے قدموں کے ساتھ لٹکے ہوئے چہرے لئے وہ اس گھر سے باہر آئی تھیں۔

”اس شخص سے کبھی رومانس نہیں کرنا چاہئے جسے اور وہ آتی ہو۔“ سارہ نے باہر آتے ہی فرمایا تھا۔

”شاید اس نے بھی تمہارے ہی قول پر عمل کیا ہے۔ بس اردو کی بجائے لگش سمجھ کر۔“ شاید اس نے اس کے طرز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو وہ شخص پہلی نظر میں ہی اچھا نہیں لگا تھا شرم ہیاتوں سے چھو کر نہیں گزری ذرا لخاظ نہیں آیا کہ دوسری لڑکیاں سامنے کھڑی ہیں تو باتھ گاؤں ہی اچھی طرح بند کر لے پر کہاں“ کتنی دیہہ دلیری سے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ تمہیں تو پتا ہے میں کس قدر نہ ہی اور مشرقی رکھ رکھا وہ ایسا لڑکی ہوں۔ میرا تو دیے ہی ایسے بندے کے ساتھ گزارا ہی نہیں ہو سکتا اور پھر دیکھو کہ ذرا مردہ نہیں تھی چلو ہم تو کسی اور مقصد کے ساتھ گئے تھے مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو مدد کی ضرورت ہی پڑ جائے اور وہ اندر چلا جائے اسے تو اتنا لخاظ بھی نہیں آیا کہ بیٹھنے کی آفری کر دیتا۔“

سارہ کاں پیٹے اس کے شکوؤں کی بیاض سن رہی تھی ان کی باقی دوستیں جو سڑک سے کچھ فاصلے پر چہل قدمی فرمادی تھیں انہیں دیکھ کر پاس آ گئیں مگر آ فرین ہے ان کی دوستی پر کہ پورا ماجرائنسے کے بعد انہوں نے کہا۔

”چلو کوئی بات نہیں دفع کرو، بہت گھر ہیں یہاں کہیں اور ٹرائی کرتے ہیں۔“

ایک دفعہ پھر انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا۔

”ایک تو میری بھج میں یہ نہیں آتا کہ لوگ اپنے گروں کے اس طرح کے نام کیوں رکھتے ہیں۔“

سارہ نے ایک گھر پر گلی ضمیر ہاؤس کی نئی بیٹی دیکھ کر کہا تھا۔

”کیوں بھی اس نام کو کیا ہو گیا ہے۔“ فرزانہ نے کہا تھا۔

”نبیس یا اگر ضمیر ہاؤس ہے تو کیا اس کا لوٹی کے باقی ہاؤس بنے ضمیر ہاؤس ہیں۔“

اس کی دوستیں اس کی بات پر چل کھلانی تھیں مگر شانے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

”کم از کم ایک گھر نے تو یہی ثابت کیا ہے۔“

”شاید گھر اچھا ہے یہاں ثراٹی کرو۔“

عینی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

”ہاں اچھا تو ہے چلو دیکھتے ہیں۔“ پھر ضروری تیاری کے بعد نا ایک بار پھر سارہ کے

ساتھ اس گھر کا گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی اور اندر داخل ہوتے ہی اس نے پورچ میں ایک

نو جوان کو موڑ سائیکل دھوتے دیکھا تھا۔

”شل اچھی ہے اس کی ڈائیلگ دہرانے ایک بارہ ہن میں۔“

سارہ نے سر گوشی کی تھی۔ بائیک کو پانی والے پائپ سے دھوتے دھوتے اس نو جوان

نے اچاک نظر اٹھائی تھی اور ان دونوں کو دیکھ کر اس نے پائپ زمین پر پھینک دیا۔ شرث کی

آستینیں سیدھی کرتے ہوئے وہ ان کی طرف آنے لگا۔

”کافی ہا جایا نوجوان ہے۔“ سارہ نے ایک بار پھر سر گوشی کی تھی۔

”جی آپ کون ہیں۔“ اس نے قریب آ کر پوچھا تھا۔

”اصل میں ہم لوگ یہاں سے گزر رہے تھے۔ آپ کا گھر اچھا گا تو اندر چلے آئے

دیکھنے کے لئے مجھے خوب صورت گھر دیکھنے کا بہت شوق ہے۔“

ثانے روائی سے کہا تھا۔ وہ اس کی بات پر مسکرا یا تھا۔

”اچھا شوق ہے لیکن ہمارا گھر اتنا بھی خوب صورت نہیں ہے۔ خیر آپ آئی ہیں تو

ضرور دیکھ لیں۔“ اس نو جوان نے بڑے خلوص سے کہا تھا۔

”آ جائیں۔“ یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف مڑ گیا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر

دیکھا اور پھر اس کے پیچے چل پڑیں۔

”آپ کا نام کیا ہے؟“ ثانے منصوبے کے دوسرے حصے پر عمل شروع کیا تھا۔

”میرا نام عادل ہے۔“ اس نے مذکور بڑے مودب انداز میں جواب دیا۔

”آپ کا نام کیا ہے؟“

”میرا نام شانہ ہے اور ان کا نام سارہ ہے، ہم دونوں گریجویشن کر رہی ہیں۔“

”میں بی کام کر رہا ہوں۔“ لاونچ کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ وہ دونوں اس کے پیچے پیچھے اندر داخل ہوئیں۔

”میں آپ کو اپنی امی سے ملوتا ہوں کیونکہ اس وقت گھر میں صرف وہی ہیں۔“

”کیوں باقی سب لوگ کہاں ہیں۔“ شانے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”میری بس تین بہنیں ہیں اور وہ تینوں شاپنگ پر گئی ہیں اور ابو امریکہ میں ہوتے ہیں۔“ اس کے اکلوتے ہونے کا سن کر شنا کا سیروں خون بڑھ گیا تھا اور جب وہ اس کی امی سے ملی تو اسے اپنی منزل اور قریب لگنے لگی، وہ اتنی خوش اخلاقی اور محبت سے ملی تھیں جیسے برسوں سے انہیں جانتی ہوں۔

عادل انہیں ساتھ لے کر پورا گھر گھما تارہا اور شانے تعریفیوں کے الگے چھٹے سارے روکارہ توڑ دیئے۔ وہ بھی شنا کی طرح خاصا باتوںی تھا اور اس کا سارا دھیان بھی شنا کی طرف ہی تھا جب وہ پورا گھر دیکھیں تو عادل کی امی چائے تیار کر چکی تھیں ان کے انکار کے باوجود انہیوں نے اصرار کر کے انہیں چائے پلوای۔

”آئندہ بھی اپنی دوست سے ملنے آتا تو ہمارے یہاں ضرور آتا۔“ انہوں نے خاص طور پر تاکید کی تھی۔

پھر جب وہ عادل کے ساتھ جانے کے لئے لاونچ سے باہر نکلیں تو شانے تھا شنا خوش تھی اس کا دل اس رائٹر پر قربان جانے کو چاہ رہا تھا جس کے آئندے یعنے اس کا مستقبل سنوار دیا تھا وہ عادل کے ساتھ گیٹ کی طرف جاتے جاتے خیالوں میں بہت دور نکل گئی تھی۔ عادل نے ان کے لئے گیٹ کھولا تھا اور کہا تھا۔

”باجی آپ پھر کب آئیں گی؟“ شانے پہنچا کر سارہ کو دیکھا۔ اس کے پون گھنٹے کی محنت ایک بار پھر غارت ہوئی نظر آ رہی تھی۔

”بتابا میں ناباجی۔“ عادل نے پھر اصرار کیا تھا۔

”بیز افرق تیر امر دود۔“ اس کی بڑا ہست صرف سارہ کو سنائی دی تھی اور اس نے اس کی ترجیحی کے فرائض سنjalتے ہوئے اس کے الفاظ کی ٹرانسلیشن کی۔

”جب خدا دھرا یا تو ضرور آئیں گے اور خدا جلد ہی لائے گا۔ خدا حافظ۔“

یہ کہہ کر وہ شنا کا بازو پکڑ کر باہر نکل آئی تھی۔ اپنے بچھے انہوں نے گیٹ بند کرنے کی آواز سنی۔

”شرم نہیں آئی اسے مجھے باتی کہتے ہوئے تمن بینیں کم ہیں اسے جو بھی اور باجیوں کی تلاش ہے۔ تمن گھنٹے اس کی بکواس سن کر سرد کھی گیا ہے اور یہ خبیث کہد رہا ہے باجی پھر کب آئیں گی۔“

”اس رائٹر کے افسانے میں ایسا بھی نہیں ہوا ہو گا۔“

سارہ نے اپنی فنسی دباتے ہوئے پوچھا۔

”آج کے مردوں کو خواتین سے بات کرنے کی تیزی ہی نہیں ہے۔“

شنا نے آخری نتیجہ یہی اخذ کیا تھا۔ ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ان کی دستوں

کو کچھ کہہ بغیر ہی سب کچھ پہاڑ جل گیا تھا۔

”ایک آخری مرتبہ اور مرتباً کر لیتے ہیں۔ بس پھر کوئی اور آئندی یا استعمال کریں گے۔“

عنی نے اس کی ہمت دوبارہ سے بندھائی۔

”لیکن اس بار گھر کا انتخاب سوچ کجھ کر کرنا ہے۔“ شنا نے گھرے انداز کے ساتھ کہا تھا۔ پھر ایک سڑک پر انہیں چند بہت خوبصورت گھر پاس پاس نظر آئے۔ وہ انہیں اچھی طرح سے دیکھنے کے لئے دو تین بار چہل قدمی کے انداز میں ان گھروں کے سامنے سے گزریں اور جب چوتھی بار وہ ایک آخری نظر ڈالنے کے لئے دوبارہ واپس مڑیں۔ تو کماں وہ کے لباس میں ملبوس اشیں گن کندھے پر لٹکائے ساڑھے چھوٹ کا ایک گیٹ کیپر ان کا خفڑھا۔ قریب آنے پر اس نے کہا تھا۔

”میں بہت دیر سے تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم ادھر جاتی ہے۔“

کبھی تم گیٹ کے سامنے گھری ہو جاتی ہے۔ آخر تم کیا چاہتی ہے۔“

اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا۔ شنا کو بھر کنے میں بس ایک منٹ لگا۔ کہیں نہ

کہس تو اسے غصہ اتارنا ہی تھا۔ اس نے بلند آواز میں اس پڑھان چوکیدار سے کہا۔
”ہم اور ہر ڈاکڑا لئے آئے ہیں۔ گھوم پھر کر دیکھ رہے ہیں کہ کس دیوار سے چڑھنا
آسان اور بہتر ہو گا مگر اب ہم نے سوچا ہے کہ دیوار کی بجائے گیٹ پھلا گنگ کر اندر جاتے ہیں۔
ایک تو اس سے وقت بچ گا اور آپ کو پتا ہی ہے کہ وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے اور دوسرا ہمارے کپڑے
بھی نھیک نہا کہیں گے۔ سلوٹس ذرا کم ہی پڑیں گی اور آپ کو تو پتا ہے کہ لا کیوں کو ہمیشہ
دلیل ڈر لیں رہنا چاہئے سلوٹوں والے کپڑے پہن کر لوگ ہمیں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کتنی
چھوڑ ڈالیاں ہیں ان سے کوئی کام بھی نہیں ہوتا۔

اور آپ کو تو پتا ہے چھوڑ ڈال کیوں کو رشتہ ذرا مشکل سے ہی ملتے ہیں۔ اب ہم یہ طے
کر رہے تھے کہ گیٹ پھلا گنگ کر جائیں گے تو پھر آپ سے کیا سلوک کریں۔ صرف آپ کو باندھ
کر ڈال دیں یا پھر بے ہوش کرنا بہتر ہے۔ دیے تو مشکل سے آپ پہلے ہی بے ہوش نظر آ رہے ہیں
مگر خیر احتیاط پھر بھی لازم ہے۔ ابھی ہم نے یہ طے کرنا تھا کہ کون سا سامان کون لے کر جائے گا۔
جیولری کون اپنے بیک میں لے کر جائے گا اور فرنچ کون اپنے بیک میں لے کر جائے گا مگر آپ نے بچ میں
کے سارے معاملہ ہی خراب کر دیا۔ اب ہمارا موزہ ہی نہیں رہا ڈاکڑا لئے کام لئے جا رہے ہیں
ویے تو آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہئے مگر خیر پھر بھی کسی خدا حافظ۔ **Keep**

“Waiting

وہ یہ کہہ کر اپنی دوستوں کے ساتھ وہاں سے چل پڑی۔ چوکیدار ہکابکا اسے جاتا دیکھتا
رہا پھر اس نے گھر کے اندر گھس کر مضبوطی سے گیٹ بند کر لیا تھا۔
”تم بھی عجیب شے ہو شنا۔“

”ہاں ہوں پھر۔“ اس نے فرزانہ کی بات پر اکٹھ کر کہا تھا۔
”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ عینی نے پوچھا تھا۔
”کرتا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کر لیتے ہیں کام بن گیا تو نھیک درد پھر
کسی دوسرے آئندے یعنی پر غور کرنا پڑے گا۔“ شازیہ کی بات پر اس نے سر ہلا دیا۔
اور پھر چند منٹوں کی تھیں دو کے بعد انہوں نے ایک گھر منتسب کر ہی لیا تھا۔ حسب

معمول وہ اور سارہ اندر داخل ہوئی تھیں مگر اس بار دونوں میں پچھلے جوش و خروش کی کمی تھی۔ اس بار بھی انہیں اندر کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

”اللہ میاں اب تو ہیر و طوادے اب تو جمل کر پاؤں بھی نونے گے ہیں۔“

شنا کی دعا اس بار فوراً قبولیت پا گئی۔ ایک شانداری غراہت کے ساتھ ہیر و کی اندری ہوئی تھی۔ جرمن نسل کا ایک خوبرو اور روزشی جسم کا مالک کتا یک دم عقی لان سے برآمد ہوا تھا۔ وہ دونوں اس وقت تک پورچ میں پہنچ چکی تھیں کتنے کو ایک دم اپنے سامنے دیکھ کر پہلے تو ان کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ کیا کیا جائے۔ ہاں جب کتنے زور و شور سے بھونکنا شروع کیا تو اچاک انہیں یاد آیا کہ اس موقع پر انہیں بھاگنے کی ہدایت کی گئی ہے اور پھر انہوں نے اول پک چینیں کارل لوئیس کی اپیل سے بھاگنا شروع کیا تھا اور بھاگتے ہوئے دونوں نے اپنے بیگ بھی وہیں پھینک دیئے۔

انہیں بھاگتے دیکھ کر کتنے کی غیرت جاگ آئی تھی وہ پہلے دوبار اوپر اچھلا پھر آگے اور پھر پیچھے اور جب اس کی بیٹری چارچ ہو گئی تو اس نے ان دونوں کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا تھا اور اتنی اس کی رفتار نہیں تھی جتنا کی آواز تھی۔ شنا اور سارہ اس کے پیچنے سے پہلے ہی گیٹ پار کر چکی تھیں مگر ان سے وہ فاش غلطی ہو گئی جو کسی صورت نہیں ہونی چاہئے تھی اور جسے نہ کرنے کے لئے انہیں تین ہزار تین سو یوتیں لیں بار نصحت کی گئی تھی وہ گیٹ بند کرنا بھول گئی تھیں۔ نہ صرف اسے بند کرنا بھولیں بلکہ بھاگتے ہوئے انہوں نے اسے چوپٹ کھول دیا۔ کتنے بھی بڑی شان سے بھاگتے ہوئے گیٹ پار کیا تھا۔

سرزک پر آگئے نہیں ہوئی ان کی دوستوں نے کتنے کے بھونکنے پر پیچھے مزکر دیکھا تھا اور سیک دم انہیں صورت حال کی نگینی کا احساس ہو گیا تھا۔

”بیڑا غرق ان کا یہ اپنے کون سے چچا کو ساتھ لے آئی ہیں۔“ فرزانہ نے بھاگنے کی تیاری کرتے ہوئے کہا اور اس سے پہلے کہ کوئی دوست کچھ کہتی اس نے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ باقی دونوں نے بھی اس کی پیروی کی مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ سارہ اور شنا تو آرام سے بھاگ آئی تھیں کیونکہ انہوں نے پاؤں میں گورٹ شوز پہنے ہوئے تھے مگر باقی تینوں دوستوں نے ذیڑھ ذیڑھ انج کی ہیلیں پہنی ہوئی تھیں اور ان سے بھاگا بھی نہیں جا رہا تھا اور کتا تھا کہ سر پر پہنچ رہا تھا مگر پھر

اچانک ایک مجرزہ ہوا تھا جس مگر سے کتاب آمد ہوا تھا۔ وہیں سے ایک نوجوان بھی بھاگتا ہوا باہر نکلا تھا اور اس نے تقریباً چلاتے ہوئے کتے کو پکارا تھا۔

“Come Back Stop” جیک

اور جیک صاحب اس آواز پر مشین کی طرح گھوم گئے تھے۔ بڑی سبک رفتاری سے بھاگتا ہوا وہ واپس اس نوجوان کی طرف گیا تھا۔ وہ پانچوں رک گئی تھیں۔

“اس خبیث کا کتا ہے۔” فرزانہ نے کہا۔

“ہاں اسی کا ہو گا ورنہ اس طرح اس کی طرف جاتا کیوں۔ آؤ سارہ ذرا بیگ لے آئیں اپنے اور دو چار اسے بھی سناؤ میں۔” شانے پھولی صافی کے ساتھ آئیں چڑھاتے ہوئے کہا تھا پھر تیز قدموں کے ساتھ دو نوں اس نوجوان کی طرف چل پڑیں جو کتنے کو چکارتے ہوئے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

“یہ تمہارا کتا ہے؟” قریب جاتے ہی شانے اسے جھڑک کر پوچھا تھا۔

“یقیناً میرا ہے۔”

“بڑی بھونکنے کی عادت ڈالی ہے اسے کوئی انسانوں والی عادت نہیں سکھائی۔”

شانے اپنی طرف سے عقل مندی کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے مشورہ دیا تھا اور وہ اس کے جملے پر ششدروہ گیا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے انہیں کہا تھا۔

“آئی ایم سوری کہ.....”

شانے اس کی بات درمیان سے ہی کاٹ دی تھی۔

“کس بات کے لئے کہ کتا ہمیں کاٹ نہیں سکا۔”

“دیکھیں یہ کتا چیچے بھاگا ضرور تھا مگر یہ بھی آپ کو کہتا نہیں۔” شانے نوجوان کی تردید کو سکر رکر دیا تھا۔

“کیوں تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کہتا نہیں۔ تم اس کی نیت کا حال کیسے جانتے ہو؟”

“اس لئے جانتا ہوں کہ یہ میرا کتا ہے۔ اگر آپ بھاگتی نہیں تو یہ بھی بھی آپ کے

چیچے نہیں بھاگتا۔ کائنے کی توبات ہی دور کی ہے۔”

“جنہوں نے کائنات نہیں ہوتا وہ چیچے بھی نہیں بھاگتے اور تم جیسے لوگ کتوں کو کھلا چھوڑ کر

کیا تابت گرنا چاہتے ہو۔ بھی کہ بڑی نارز نجیز ہوتا۔“

وہ اب بھی اپنی بات پر مصروف تھا۔

”دیکھیں اب آپ بدتریزی کر رہی ہیں میں نے آپ سے ایک لکھوڑ کر لیا ہے۔ آپ کو

ہتا بھی دیا ہے کہ یہ کتاب کسی کو کافی نہیں۔ مگر آپ پھر بھی ایک چھوٹی سی بات کو خواہ خواہ بڑھا رہی ہیں۔“

وہ اب واقعی اکتا یا ہوا لگ رہا تھا۔

”یہ چھوٹی سی بات ہے تمہارے لئے۔ یہ کتاب مجھے کاٹ لیتا تو چودہ نجکش لگوانے پڑتے مجھے اور اگر کہیں چودہ نجکش نہ لگواتی تو میرے دماغ پر اثر ہو سکتا تھا اور تمہارے نزدیک یہ سب معمولی بات ہے۔“

شانے اسے دھاڑ کر کہا تھا اور اس کا جواب سن کر اسے مزید پنچلے لگ گئے تھے۔

”کتنے کے کانے بغیر بھی آپ مجھے میٹھل کیس ہی لگ رہی ہیں۔ ہاں اس کے کانے سے شاید آپ کو افاقت ہو جاتا کیونکہ زہر کو زہری مارتا ہے مگر اس صورت میں مجھے اپنے کتنے کو چودہ بیکے لگوانے پڑتے۔“

وہ فوری طور پر سمجھنیں پائی کہ اس نے مذاق کیا تھا یا پھر طنز مگر اس کا پہلے سے ہائی پارہ اور ہائی ہو گیا تھا۔

”تم شکر کر دکھ میں نے تمہارے کتنے کو بخشن دیا درست اور چند منٹ تم باہر نہ آتے تو میں نے تو اسے شوٹ کر دینا تھا۔ مسلسل رکھتی ہوں میں اپنے بیک میں۔“

اس نے سفید جھوٹ بولا تھا۔

”مگر بیک تو آپ یہاں چھوڑ کر بھاگ گئی تھیں پھر مسلسل کہاں سے لیتیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ شاید آپ اسی طرح کتنے کے آگے بجا گئی ہوئی پوری کالونی کا چکر کاٹ کر دوسرا طرف سے دوبارہ میرے گھر آتیں پھر اپنا بیک انھا کر مسلسل نکلتیں اور پھر میرے کتنے پر نشانہ لیتیں اور پھر فائز کر دیتیں اور اتنی دیر تک میرا کتاب فلمی ولن کی طرح آپ کے سامنے کھڑا ہو کر لکھاتے ہوئے آپ کو فائزگ کا موقع دیتا۔ واقعی آپ کی پلانگ توفیق پر وف ہے اور میری وجہ سے واقعی آپ کا منصوبہ خراب ہو گیا مگر چیزیں کوئی بات نہیں آپ دوبارہ مڑائی کر لیں۔“

وہ یہ کہتے ہوئے گیٹ کے اندر سے ان کے بیگ انھالا یا تھاڑی سجیدگی سے اس نے
بے۔ انہیں تمہاتے ہوئے کہا۔

”اب آپ پہل نکالیں اور اس کے کوشش کر دیں! چلو بھی نمیک سے سامنے ہو جاؤ
اور مرنے کی تیاری کرو۔“

اس نے کتنے کو اس طرح کہا تھا جیسے اس کی فون گراف کھینچانے کے لئے فون گراف کے
سامنے کھڑا کر رہا ہو۔ وہ واضح طور پر اس کا مذاق ازارد تھا۔
”اس بار تو پہل نہیں ہے مگر اگلی بار ضرور لا دوں گی۔“ شانے دانت پیتے ہوئے بیک
کندھے پر لٹکا کر کہا تھا۔

”اوہ ضرور مگر پلیز آنے سے پہلے فون ضرور کر دیجئے گا تاکہ میں دو چار اور کتوں کو بھی
مرنے کے لئے اکٹھا کر لوں۔“

وہ یقیناً اب اس ساری گفتگو سے لطف اندوں ہو رہا تھا۔
”تمہارے کتنے کا کوئی قصور نہیں ہے شوٹ تو تم جیسے بد تیز کو کرنا چاہئے۔“
”آئندہ یا اچھا ہے چلیں آپ مجھے ہی شوٹ کر لیجئے گا و یہ مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ
آپ واقعی ایک ذہین خاتون ہیں۔ برائی کی جڑ کو بڑی جلدی آپ نے دریافت کر لیا۔“ وہ بلا کا
حاضر جواب تھا۔

”دفع کر دشا چلو خواہ تجوہ وقت بر باد کرنے کا کیا فائدہ ایسے لوگوں پر کسی بات کا اثر نہیں
ہوتا۔“

سارہ نے اس کا بازو کھینچتے ہوئے کہا تھا۔
”بھی آپ تو بلا کی نظر شناس اور حقیقت پسند واقع ہوئی ہیں۔ بہت ترقی کریں گی
آپ زندگی میں۔“ اس بارہ سارہ سے مخاطب ہوا تھا۔

خون کا گھونٹ پیتے ہوئے دونوں اپنی دوستوں کی طرف چل پڑی تھیں۔
”دوبارہ ضرور آئیے گا میں اور میرا کتا انتظار کریں گے آپ کا اور پہل ضرور لا لیئے
گا۔“ انہیں اپنے یچھے اس کی بلند آواز نالی دی تھی بغیر مڑے اور یچھے دیکھے وہ اپنی دوستوں کے
پاس پہنچ گئی تھیں جو غصہ میں بھری ہوئی ان دونوں کی منتظر تھیں۔

”کتنی ہدایات دی تھیں تم دونوں کو کہاں گئیں وہ اپنے ساتھ ساتھ تم نے ہمیں بھی
نقسان پہنچانے کی کوشش کی ہے اگر گیت بندر کرنا بھول یعنی تمیں تو کم از کم ہماری طرف بھاگ کر
آنے کی کوشش تو نہ کرتی مجرم لوگوں نے سوچا کہ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔“
ان لوگوں کی جلی کئی سختی ہوئی وہ دونوں خاموشی سے ان کے ساتھ چلتی رہیں۔



”پھر اب کیا کرنا ہے۔“ تیسرا ہی دن وہ ایک بار پھر سے کالج میں اپنی دوستوں
سے پوچھ رہی تھی۔

”لو میرج کا بھوت ابھی بھی تمہارے سر سے نہیں اترائی شامِ مر کرو بلکہ خدا کا خوف
کرو۔“ سارہ نے اسے پھٹکا راتھا۔

”تم وعظ نہ کرو اور مشورہ دو۔“ شانے اسے نکاسا جواب دیا تھا۔

”تم اپنے محلے یا ہساں میں رومنس کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں۔ ایک رائٹر کی
ہیر و کن ہمیشہ ہساں میں رومنس کرتی ہے اور یہ رومنس ہمیشہ کامیاب رہتا ہے ویسے بھی اس
میں پہلے آئندہ یئے کی طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

عینی نے اس کی افسانوں سے لئے گئے آئندہ یاز کی کاپی کو چھان پھٹک کر دیکھتے ہوئے
کہا۔

”لو محلے میں رومنس کرنے میں تو سب سے زیادہ خطرہ ہے ایک تو ہمارے محلے میں
کوئی ڈھنگ کا لڑکا ہی نہیں ہے اور جودو چار ہیں وہ کم بخشنہ میرے ابا کی اور میری اتنی عزت کرتے
ہیں کہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے مجھے اللہ کسی کو اتنی عزت بھی نہ دے۔“

شانے کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اس کی دوستوں نے اس کے دکھ کو دل سے محسوس
کیا۔

”کوئی کزن بھی نہیں ہے تیرا؟“ فرزانہ نے اس سے پوچھا تھا۔

”جودو چار ہیں ان سب کی شادی ہو چکی ہے اور وہ جس قسم کے ہیں اللہ کا لاکھ لاکھ شتر
ہے کہ ان کی شادی ہو چکی ہے۔“

”یعنی یہ بھی نہیں ہو سکتا۔“ فرزانہ نے فکر مندا نہ انداز میں کاپی کھنگاتے ہوئے کہا تھا۔

”کوئی پھرے ہوئے تایا چپا نہیں ہیں تمہارے جنہوں نے اپنی مرضی سے شادی کر کے گھر چھوڑ دیا ہو سکتا ہے کہ ان کا ہی کوئی بیٹا کام آجائے ہماری ایک اور رائٹر کے انسانوں میں ایسا ہوتا ہے۔“ فرزانہ نے پھر سراخایا تھا۔

”ہمارے تایا چپا تنے عقل مند کہاں تھے۔“ سارہ نے ثنا کی بات پر اچاک سراخایا تھا اور پھر بڑے قلغیانہ انداز میں کہا۔

”ثنا تمہارے ابا نے کبھی دوسرا شادی تو نہیں کی ہو سکتا ہے ان کی پہلی بیوی کے پہلے شوہر سے کوئی اولاد ہوا تھا رامی کے بعد اگر انہوں نے کوئی شادی کی ہو تو تمہاری دوسرا اپنی کا کوئی بھائی۔“

ثنا نے اپنے پاؤں سے جوتا نکال کر اسے مارا تھا۔

”فتنے منہ تیرا تو کوئی ڈھنگ کا مشورہ نہ دینا۔“

”لو بھلا میں نے ایسا کیا کہہ دیا اس موضوع پر بھی افسانے لکھے گئے ہیں۔“ سارہ نے اپنے کندھے کو سہلاتے ہوئے کہا تھا۔

”تم ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ خود ہی کسی آئینہ یہ کو جلن لو۔“

”تم لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ چلو ہمارے اتنے ڈھروں کے حساب سے بھائی اور کزن ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ ہی تمہاری لو میرج کرداریتے ہیں۔“ ثنا کی بات پر وہ چاروں یک دمحتاط ہو گئی تھیں۔

”بھتی میرے بھائیوں نے تو صاف کہا ہے کہ لو میرج نہیں کرنی جب بھی کریں گے ارش ہی کریں گے اگر وہ تم چاہتی ہو تو میں کوشش کرتی ہوں۔“ فرزانہ نے بالآخر کہا تھا۔

”میرے بھائیوں کی توبات طے ہو چکی ہے تم جانتی ہو،“ اس پار بیٹھنی بولی تھی۔

”لو میرج کے حق میں تو میرے بھائی بھی نہیں ہیں شادی تو وہ بھی ارش ہی کریں گے ہاں لو فیر چلانے میں انہیں کوئی اعتراض نہیں مگر تم تو لو میرج چاہتی ہو۔“ شازی نے اپنا مسئلہ بتایا تھا۔

”بھتی میرا بھائی تو سرے سے شادی کے حق میں ہی نہیں ہے لو میرج تو دور کی بات ہے اس کا خیال ہے کہ پیدا ہو کر وہ ایک حماقت کر چکا ہے اب شادی کر کے دوسرا حماقت نہیں

کرے گا۔“ سارہ نے اپنے فلاسفی کے اس شوڈت بھائی کی فلاسفی بیان کی تھی۔

”کس قسم کی تربیت کی ہے تم لوگوں نے اپنے بھائیوں کی کیا اچار ڈالوگی تم جو تمہاری دوست کے کام بھی نہیں آ سکتے۔ یاد رکھو دوستی ہر خونی رشتے سے بڑی ہوتی ہے اور وہ تو میں مت جاتی ہیں جہاں دوست دوستی نہماں بھول جائیں۔“ ثانے اپنے زمانے کی مقابلہ اداکاروں کے انداز میں اپنے پورے جذبات ڈائیلاگز کے ذریعے اپنی دوستوں تک پہنچانے کی بھرپور گمراہ کام کوشش کی۔

”تو پھر اب تم بتاؤ کہ ہم کیا کریں اُرال اللہ نے ہمیں اس قدر باتھا اور ہاکردار بھائی دیئے ہیں انہیں کہیں کہ ہماری ایک دوست لو میرج کرنا چاہ رہا ہے تو Why not you تم قربانی کے بکرے بن جاؤ اور اس دنیا کو تباہ ہونے سے بچا لو۔“

سارہ نے بھرپور جماعتی لے کر کہا تھا۔

”تو کیا حرج ہے یہ بات کہنے میں۔“

”تمہیں میرے فلسفی بھائی کا پتا نہیں ہے وہ واقعی قربانی کا بکر اپنے پر اصرار کرے گا کہ ہاں بھی پھیر دو میرے گلے پر چھری اگر دنیا میرے مرنے سے ہی نفع نہیں ہے تو ایسا ہی سمجھی گری شادی پر وہ پھر بھی تیار نہیں ہو گا۔“

سارہ نے ہرے ہمدردانہ انداز میں ثانے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

”یہ فون والا آئیڈیا اچھا ہے اور آسان بھی اسے نہایت کوئی نہیں کرتیں ڈا جسٹ کی رائٹرز کے اکثر رومانس ایسے ہی ہوتے ہیں۔“

اس بارہ کا پی شازیہ کے ہاتھ میں تھی اور وہی بولی تھی۔

”مگر اس میں مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ پھانسیں چلتا کہ بولنے والے کی شکل و صورت کیسی ہے اور وہ ہے کون پھر اس کے بارے میں پوچھ پکھ کون کرتا پھرے۔“

”مگر رومانس تو پھر بھی ہو سکتا ہے باقی باتیں تو بعد کی ہیں بندہ اچھا طے گایا برائے تو قسمت پر ہوتا ہے۔“

معنی کی بات ثانہ کو پسند آئی تھی چنانچہ اب اسی آئیڈیا ز کو نہایت کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔



اگلے دن اس نے شام سے نمبر گھمانے شروع کئے تھے۔ پہلا نمبر ملنے پر کسی لڑکی نے فون انھیا تھا۔ اس نے فون بند کر دیا اور پھر دوسرا نمبر طایا اب کی بارگی آدمی نے فون انھیا تھا۔ ہیلو کرنے کے بعد شنا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیسے گھر خبر بات تو کرنی تھی۔

”یہ 592650 ہے؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”جی یہ یہی نمبر ہے آپ کون ہیں؟“

”میں شاہوں۔“

”کون شاہ اور آپ کو کس سے بات کرنی ہے۔“

”آپ شادی شدہ ہیں۔“ وہ آدمی شنا کے اس سیدھے سوال پر چند لمحوں کے لئے

خاموش ہو گیا۔

”جی شادی شدہ ہوں مگر آپ کون ہیں اور کیوں پوچھ رہی ہیں۔“

”آپ اگر شادی شدہ ہیں تو بہت ہی بد قسمت آدمی ہیں کہ ایک گوہ نایاب آپ کے ہاتھ آتے آتے رہ گیا اور آپ نے میرا وقت اور پیسے گی بہت ضائع کروائے آئندہ فون سختے ہی ہیلو کے بعد پہلا جملہ یہی کہا کریں کہ میں شادی شدہ ہوں تاکہ لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو زی قوم پہلے ہی بہت وقت ضائع کرتی ہے اور ہمارے پاس ترقی کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم وقت کی قدر.....“ اس کی بات تکمیل ہونے سے پہلے ہی دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا تھا۔
تیری بار نمبر ملانے پر فون کسی لڑکے نے انھیا تھا۔

”ہیلو میں شاہوں۔“ اس نے لڑکے کی طرف سے ہیلو سنتے ہی اپنا تعارف کر دیا تھا۔

”اوہ شایم ہو مگر تمہاری آواز کو کیا ہوا؟“

وہ یقیناً اسے کوئی اور شنا سمجھا تھا۔ شنا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔

”تمہیں بھی شاید فلو ہو گیا ہے میری طرح۔“ اس لڑکے نے خود ہی اس کی مشکل آسان کر دی تھی مگر شنا پھر بھی چپ ہی رہی۔

”یار کوئی بات کر دنا آخری اتنی چپ کیوں ہو؟“

”اللہ خیر کرنے شا۔“

”کیا بات کروں۔“ شنا نے کہا۔ ”یہ تم ہی ہوتا جو مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ کیا بات کروں

مکنی کے بعد سے لے کر اب تک تم نے مجھ سے کبھی اس بارے میں رائے نہیں لی پھر ایک دم یہ
انقلاب کیسے آگیا ہے۔“

شانے اس کا آخری جملہ سن کر کھٹاک سے فون بند کر دیا تھا۔

”تو پہ ملکنی شدہ تھا لیکن معقل سے اتنا بدل کر اپنی ملکتی آواز تک نہیں پہنچاں سکا بے
وقف۔“ وہ اگلا نمبر ڈائل کرتے ہوئے بڑا بڑا تھی۔

پھر اس رات میں اس نے کم و بیش سو کے قریب کالیں کی تھیں مگر اس کا مسئلہ حل نہیں
ہوا۔ بعض جگہ پر لڑکیوں نے فون اٹھایا بعض جگہوں پر شادی شدہ مردوں نے جن میں سے کئی ایک
نے دوستی کی خواہش کا اظہار کرنے پر اسے بری طرح جھاڑ پلائی تھی ایک جگہ پر ایک بہت خوب
صورت آواز سننے پر اس نے جب یک دم اپنی محبت کا اظہار کیا تو دوسری جانب سے بات کرنے
والے نے بڑی پدرانہ شفقت سے جھٹکتے ہوئے کہا تھا۔

”بیٹی میں تمہارے باپ کی عمر کا ہوں اور میری تو اپنی تمہارے جھنی دو بیٹیاں ہیں یہ جو
فون ہوتا ہے نا سائنس دانوں نے اسے ان مقاصد کے لئے نہیں بنایا جن کے لئے تم استعمال کر
رہی ہو۔“ اس نے ان کی بات پوری سے بغیر ہی دل برداشتہ ہو کر فون بند کر دیا۔

چند جگہوں پر فون کرنے پر اس کی گفتگو بہت اوچھے تم کے لڑکوں سے ہوئی تھی اور ان
کی بات کا انداز ہی اسے پسند نہیں آیا تھا سوہاں بھی بات نہیں بنی اور بعض جگہوں پر جہاں اس
نے بہت خوب صورت اور شاستہ آواز تی تو ان لوگوں نے خود ہی اس کی دوستی کی خواہش کو بڑے
آرام سے ٹھکرایا تھا۔

اسے لگا کہ پوری دنیا میں اس کے لئے کوئی اچھا اور شاستہ انسان بچا ہی نہیں بہت
دل برداشتہ ہو کر رات کے دو بجے بالآخر اس نے کالوں کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

اگلے دن کالج میں وہ اپنی دوستوں سے کہہ رہی تھی۔

”بھتی یہ فون پر رومانس میں نہیں کر سکتی ایک تو یہ بہت سبرا آزمائام ہے اور دوسرا بہت مہنگا
کام ہے آج کل تو فون کابل و یے ہی بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے تم لوگ مجھے کوئی اور آئندی دو۔“
ایک بار پھر سے سب سر جوڑ کر ایک نئے آئینڈی یعنی کی علاش میں لگ گئی تھیں۔



اس شام کو وہ اپنے بھائیوں کو تعلیم کے فوائد اور استاد کی عزت اور احترام پر ایک لمبا جوڑا

لیکھ دے کر انہیں پڑھانے پڑی تھی جب اچا مک ساتھ والے کمرے میں فون کی ٹھنڈی بجی تھی۔

”تم لوگ یہاں سے بہانت میں ایک منٹ میں آتی ہوں۔“

وہ انہیں دھرم کاتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

”ہیلو آپ شایہ؟“ فون کاریسیور اٹھاتے ہی کسی مرد کی آواز اسے سنائی دی تھی۔

”مجی میں شاہوں آپ کون ہیں؟“

اس نے تھوڑی جیرائی کے ساتھ پوچھا۔

”کسی ہیں آپ ویسے تو میرا خیال ہے اچھی ہی ہوں گی آپ جیسے لوگ برے کہاں ہو

سکتے ہیں۔“

اس آدمی نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے چک کر کہا تھا۔ شنا کو یک دم ایسا لگا

جیسے اس نے یہ آواز کہیں سن تھی بہت شستہ لہجہ اور بہت خوب صورت آواز۔

اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ یہ آواز اس نے کہاں سن تھی مگر اسے یاد نہیں آیا۔

”کیوں بھی اتنی چپ کیوں ہو گئی ہیں آپ کوئی بات کریں تا۔“

”آپ کون ہیں؟“

”مجھے اپناء دوست سمجھیں اور دوستوں کے تعارف کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی۔“

”آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔“ شنا نے کچھ سمجھس انداز میں پوچھا تھا۔

”بھی آپ کو کوئی نہیں جانتا آ دھالا ہو رتو آپ کے مداحوں میں سے ہے۔“ اس بار

وہ اس کی بات پر کھلکھلا کر بھی تھی۔

”اچھے مجھے تو پہنچیں تھا کہ آ دھالا ہو رمیرے مداحوں میں شامل ہے میں تو سمجھتی تھی

کہ پورا لا ہو رمیرے مداحوں میں شامل ہے۔“

اس نے شوخفی سے کہا تھا۔

”چیز جی کوئی بات نہیں کسی دن پورا لا ہو رمیرے آپ کے مداحوں میں شامل ہو جائے

گا دنیا کو پا گل ہونے میں کیا دریگتی ہے۔“

اس کی بڑی براہت شنا نے سن لی تھی مگر اس نے کمال حمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے

اگنور کر دیا۔

”ویے آپ کا نام کیا ہے؟“

”جو آپ رکھ دیں۔“

”ابھی تک نام کے بغیر تھے۔“

”ابھی تک تو بہت سی چیزوں کے بغیر پھر رہا تھا۔“
”آپ مجھے تو بے وقوف لگتے ہیں۔“

”لکتے کیا ہیں بھی اللہ کے فضل سے بے وقوف ہیں اور یہ بھی آپ جیسی حسینوں کی کرم فرمائی ہے۔“ وہ بھی جواب دینے میں چوک نہیں رہا تھا۔

”باتیں اچھی کر لیتے ہیں آپ۔“ شانے اسے سراہا تھا۔

”آپ کی طرح مجھے بھی بس یہی ایک کام آتا ہے۔ ویے کیا اب مجھے جوابی تعریف کرنی چاہئے۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے ویے آپ نے بتایا نہیں کہ آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔“

”دیکھیں بار بار یہ سوال کر کے اپنا مرتبہ کم نہ کریں یہ تو ایسے ہی ہے جیسے چاند پوچھنے لگے کر کوئی اسے کیسے جانتا ہے۔“

بندہ چالاک ہے شانے سوچا تھا وہ کسی صورت بھی نہ تو اپنے بارے میں کچھ بتانے پر تیار تھا اور نہ یہ بتانے پر کہ وہ شنا کو کیسے جانتا ہے مگر اس کے باوجود شنا کو اس سے باتیں کرنے میں مزاج آ رہا تھا اسے اچانک لگنے لگا تھا کہ اب اس کی لوگیں جو ہی جائے گی۔

ذیرِ حُكْمِ تک اس سے باقتوں میں مصروف رہنے کے بعد وہ جب واپس اپنے بھائیوں کے کمرہ میں آئی تھی تو وہ حسب موقع غالب تھے۔ اسے بے تحاشہ غصہ آیا۔

”یہ قوم ترقی کیسے کر سکتی ہے جس کے پیچے کام چور ہوں اور وقت کی قدر نہ کریں۔“ وہ بڑا بھائی پھر وہ کھانا کھانے کے لئے کچن کی طرف چل پڑی آج اس کا موز اتنا اچھا تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کو پیش کیا کر اسے خراب کرنا نہیں چاہتی تھی اس لئے یہ ضروری کام اس نے کل پر انہار کھا۔



اگلے دن اس نے کانج جاتے ہی اپنی فرینڈز کو یہ سارا احوال سنایا تھا پہلے تو انہیں یقین
عنی نہیں آیا۔

”مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آج کل کے زمانے میں اس قدر بے وقوف لوگ بھی پائے
جاتے ہیں۔“

سارہ نے اس لڑکے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”بھی یہ تو ایسے ہی ہے کہ آج تک مجھے مار۔“

اس بارہ بھنی نے تصریح فرمایا تھا۔

”اور بقول تمہارے وہ آواز سے بہت شاستہ اور سلیمانیہ والا گتا ہے پھر بھی وہ تم پر فدا ہے
یہ کسی شائکھی ہے بھی۔“ فرزانہ نے جیسے دہائی دی تھی۔

”ویسے تمہیں ایکجیسے سے چیک کروالیں گا کہ کہیں یون نمبر پاگل خانے کا تو نہیں تھا
آج کل دہاں کے باسیوں کو بھی رومانس کا کافی شوق ہوا تھا۔“

شازیہ نے اس ساری گفتگو پر غور و خوض کرنے کے بعد جیسے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

شناکو بے تحاشا غصہ آیا۔ ”تم نے اپنے ملکیت کا چیک اپ کیوں نہیں کر دیا جب تمہاری ملکتی ہوئی
تھی۔“

”بھی چیک اپ کروانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی سب جانتے تھے کہ وہ پاگل
ہے اور مجھ سے ملکتی کی خواہش نے اس کی تصدیق بھی کر دی پھر خواہ مخواہ چیک اپ پر روپے بر باد
کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

شازیہ نے بڑے اطمینان سے فرمایا تھا۔

”برامت منا نایا ہم تو مذاق کر رہے تھے ورنہ ہم سے زیادہ خوش کوں ہو سکتا ہے آخر
بیٹے کار کے آئندیے دینے سے جان تو چھوٹی ہمارے لئے تو وہ بہت عظیم انسان ہیں ایسے انسان
روز روز کہاں پیدا ہوتے ہیں کیوں بھی؟“

سارہ نے باقیوں سے رائے لی تھی اور ان سب نے زور دشور سے گردن ہلا کر اپنی
رائے کا اظہار کر دیا۔

”اب تم کوشش یہ کرنا کہ یہ الہاتھ سے نکلنے نہیں۔“ فرزانہ نے اپنے قبیلی مشورے

سے نواز اتحا۔ شانے اس مشور کے گواپنے پلو سے باندھ لیا۔

اچکے کئی بخخت تک اس کے ٹیلی فون والا رومانس زور دشور سے چلتا رہا فون بھیش وہی کرتا تھا اور شنا کے اصرار کے باوجود اس نے کبھی بھی اسے اپنا فون نمبر نہیں دیا۔

”آختم مجھے اپنا فون نمبر کیوں نہیں دیتے۔“

ایک دن شانے جس خلا کرائے کہا تھا۔

”بھی تم نے فون نمبر لے کر کیا کرتا ہے۔ میں فون کرتا ہوں یہ کافی ہے اور پھر دیکھو میں نے تمہیں فال تو بل سے بھی بچایا ہوا ہے۔“

اس کے پاس بہانوں کا انبار تھا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور جب شاکو یقین ہو گیا کہ اب کسی بھی وقت وہ اسے پروپوز کر سکتا ہے تو اچھک اس کا فون آتا بند ہو گیا۔ شاکا تو حال بردا ہو گیا کتنے دن وہ روز شام سے رات گئے تک فون کے پاس بیٹھی رہی مگر فون کو نہ آتا تھا نہ آیا۔



”میں نے تو تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اس لوگوں کا تھے نہ دیتا۔“ فرزانہ نے اس دن کالج میں اس کی رام کہانی سننے کے بعد کہا۔

”مگر آپ یہ بھول گئی تھیں کہ الوایک خاصاً عقل مند پرندہ ہے اس لحاظ سے تو یہ بندہ واقعی الونکا ہے۔“ سارہ نے تمہرہ کرنا ضروری سمجھا۔

”بھی بزرگ صحیح کہتے ہیں کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھئے قسم اچھی تھی اس بندے کی بروقت عقل آگئی اے۔“ شازیہ نے ایک لمبی سانس بھر کر کہا۔ شانے دانت پیتے ہوئے کہا تھا۔

”کسی نے صحیح کہا ہے کہ دوست مار آشیں ہوتے ہیں۔“

”کسی نے نہیں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تو یہ تمہارا اپنا ہی ارشاد ہے۔“

شازیہ نے چپس سے شغل فرماتے ہوئے کہا۔

”تم لوگ دوستی کے نام پر دھبہ ہو۔“

”بڑی جلدی پہاڑل گیا آپ کو۔ اب براۓ مہربانی ہمیں ”اپریل“ سے صاف کرنے کی کوشش نہ کریں گا کیوں کہ اس طرح بھی تمہاراٹی وی پر آنے کا کوئی چانس نہیں کیونکہ ہم اس سے

صاف ہونے والے نہیں ہیں۔"

سارہ نے شازیہ کے چپس کے لفافے میں شمولیت ضروری سمجھتے ہوئے کہا۔

"تم لوگوں کو میرے دکھ کی گھر اُلیٰ کا احساس ہی نہیں ہے۔"

شانے آنکھوں میں آنسو لا کر کہا۔

"بہن کتنی دفعہ تمہارے دکھ کی گھر اُلیٰ کا احساس کریں تمہارے دکھ کی گھر اُلیٰ تو کم ہونے میں نہیں آ رہی میری ماں تو یہ لو میرج کا خیال چھوڑ دو تمہاری قسمت میں لو میرج ہے ہی نہیں۔"

سارہ نے کافی صاف گولی کا منظاہرہ کیا۔

"تم غم نہ کرو شازیہ دنیا بھی بے دقوفون سے خالی نہیں ہوئی ایک ڈھونڈ دہرار ملتے ہیں۔ تم اپنی کوششیں جاری رکھو گولی ایک تو تمہاری قسمت میں بھی ہو گا ہی۔" یعنی نے اس کی ہمت بندھائی تھی۔



"پھر تم صحیح پہنچ رہی ہو۔" فرزانہ نے اس سے پوچھا۔

"ہاں بھی اب کتنی دفعہ تمہیں یقین دلا دا کریں میں واقعی صحیح آ رہی ہوں۔"

"بس ٹھیک ہے باقی کام میرے ذمے ہے۔" فرزانہ نے شا کو یقین دہانی کروائی تھی۔

پھر اگلی صحیح وہ نوبے کے قریب فرزانہ کے گھر پہنچ گئی۔

"دیکھو آج اس مہم کا سب سے اہم مرحلہ سر کرنا ہے تمہیں اس لئے بہت محتاط رہتا۔"

گھر سے نکلتے ہوئے فرزانہ نے اس سے کہا تھا پھر اسی موضوع پر یاتم کرتے ہوئے وہ زہرہ خالہ

کے گھر پہنچ گئیں جو فرزانہ کے گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

"اوہ شنا بیٹی آئی ہے آج تو، اچھا کیا فرزانہ تم اسے لے آئیں۔"

زہرہ خالہ نے اسے دیکھتے ہی اپنی خوشی کا انہماہر کیا تھا۔

"ناشرت کرو گی تم؟" زہرہ خالہ نے ان دونوں سے پوچھا تھا۔

"تسلی اور پوچھ پوچھ ہمیں تو دنیا میں پیدا ہی اسی کام کے لئے کیا گیا ہے۔" زہرہ خالہ

فرزانہ کی بات پر مسکرا کی تھیں۔

"پھر بیٹھو میں بناتی ہوں ناشرت۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

”ارے آپ نے ابھی ناشتہ بھی نہیں بنایا۔“

”نہیں بھی تمہیں پتا ہے آج چھٹی کا دن ہے اور فاروق تو دس بجے کے قریب ہی سوکر
انھا ہے اور میں ناشتہ کرتی ہی نہیں ہوں اتنی صبح ناشتہ بنانا کر رکھنے کا کیا فائدہ۔ اب فاروق اٹھنے ہی
 والا ہے اس لئے میں اب ناشتہ بناؤں گی۔“

فرزانہ نے ان کی بات سن کر کہا تھا۔

”ارے تو بیس پھر نمیک ہے آج ناشتہ آپ نہیں بنائیں گی شایدی گی آپ کو بھی تو پہا
پڑے کہ اس کے ہاتھوں میں کتنا زائد تقدیر ہے۔“

شانفرزانہ کی بات پر ہولے سے مسکراتی تھی۔

”ارے نہیں بیٹا مہمانوں سے کوئی اس طرح کام لیتا ہے کہ پکاؤ اور کھالوم تیخوں میں خود
ناشتہ بناتی ہوں۔“

زہرہ خالہ نے فرزانہ کی پیش مرے سے رد کر دی۔

”آپ نہیں مہمان کیوں بھتی ہیں کیا ہم آپ کی بیٹاں نہیں ہیں کہی تو آپ نہیں بیٹی
ہی ہیں مگر بات پھر وہی غیر وہی ای کرتی ہیں، بس آج کا ناشتہ تو شاہی بنائے گی آپ بھتی رہیں۔“
پھر فرزانہ ان کے نہ نہ کرنے کے باوجود شنا کے ساتھ پکن میں چلی آئی تھی۔

”اسے کہتے ہیں کہ چیزی اور دو دو ایسا موقع تمہیں زندگی میں دوبارہ کبھی نہیں ملتے گا۔

مجھے پتا ہے کہ تمہیں کچھ بنا نہیں آتا مگر فکر نہ کرو چیزیں میں تیار کر دیں گی پیش تم کرنا اپنے ٹرینی
مارک کے ساتھ۔“ فرزانہ نے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

زہرہ خالہ فرزانہ کی ای کی کزن تھیں ان کا ایک بھی بیٹا تھا فاروق بہت اکھڑ قسم کا مگر نہ
صرف شکل اچھی تھی اس کی بلکہ روپیہ بھی بہت تھا اس کے پاس سو فرزانہ کو شنا کے مسائل کا حل یہی
نظر آیا کہ وہ شنا اور فاروق کا رومانس کرائے۔

اس بار آئیڈیا ایک دوسرا یہ رائزٹر کے افسانے سے لیا گیا تھا۔ شنا کو کھانے کے سوا اور کچھ
آتا جاتا نہیں تھا مگر فرزانہ نے زہرہ خالہ کے سامنے اس کے سلیقے کے بارے میں زمین آسمان کے
قلابے ملا دیئے۔

پھر ایک شام وہ اسے ان سے ملانے بھی لے گئی زہرہ خالہ کو نہ صرف اس کی شکل و

صورت پسند آئی تھی یہک طور اطوار بھی (جن کے بارے میں فرزانہ نے اسے خاص اور سخت تاکید ہیں کی تھیں) از ہرہ خالہ کو یہ شر ماتی مجھکنی نظریں جھکائے رکھنے والی شر میلی بھی بننے اور آہستہ آواز میں بولنے والی لڑکی بہت اچھی لگی پھر وہ فرزانہ کے ساتھ اکثر ان کے گھر جانے لگی۔ ایک دوبار اس کا سامنا قارڈن سے بھی ہوا تھا۔ مگر وہ اس پر ایک نظر ڈالے بغیر چلا گیا تھا۔

جب زہرہ خالہ اس کے سلیقے کی اچھی طرح قائل ہو گئیں۔ (فرزانہ اپنی بنائی ہوئی ہر چیز کا نمونہ شنا کے نام کے نیگ کے ساتھ انہیں پیش کرتی) تو ایک دن اسی رائٹر کے افسانے کے درسے مرحلے پر کام شروع ہوا۔

”دیکھو یہ بندہ بھی افسانے کے ہیر و کی طرح اپنے کمرے میں بہت کاٹھ کہا رکھتا ہے اور اس کی اماس کی توجہ نہیں ہوتی کہ وہ اس کے کمرے کی کسی چیز کو ہاتھ بھی لگا لیں بالکل تمہاری پسندیدہ رائٹر کی طرح اب تمہیں یہ کرنا ہے کہ اس کا کمرہ صاف کرنا ہے ایسے اچھے طریقے سے کوئی جمعدار بھی کیا کرتا ہو گا۔ یہ صفائی والا نجف بڑا آزمودہ ہے اس رائٹر کے علاوہ بھی کتنی رائٹر ز اسے استعمال کر چکی ہیں اور 99.99 فیصد یہ امکان ہے کہ ہیر و اور ہیر و نیں میں لو سیرنچ ہو جائے گی۔

میں جانتی ہوں کہ تم نے کبھی اپنے کمرے کی صفائی بھی نہیں کی اور اگر فاروق تمہارا گندگی سے بھر پور کرہ دیکھ لے تو اسے دیے بھی تم سے عشق ہو جائے گا مگر چونکہ ابھی تک کسی افسانہ نگار نے اسکی کوئی لا اشوری نہیں لکھی جس میں ہیر و اور ہیر و نیں ایک درسے کے گندے کمرے دیکھ کر آپس میں محبت میں گرفتار ہوئے ہوں اس لئے ہمیں بھی یہ رسک نہیں لینا چاہئے اور وہی آئینڈا یا استعمال کرنا چاہئے جو ہماری رائٹر ز کرتی ہیں۔

اب تم یہ ذہن میں رکھنا کہ اس کمرہ کی صفائی تمہیں پوری تھی جی جان سے ایمان کا آدھا نہیں پورا حصہ سمجھ کر کرنی ہے۔“

ایک دن پہلے اسے فرزانہ نے فون پر ہدایات دی تھیں اور آج جب وہ دونوں وہاں پہنچی تھیں تو انہیں ناشتاہ بنانے کا موقع بھی مل گیا تھا۔ فرزانہ نے اپنی کو گنگ کی ساری صلاحیتیں آزمادیں بہت زبردست تم کا ناشتاہ اس نے صرف ایک گھنٹہ میں بناؤالا۔

”بھی زہرہ خالہ یہ شتاہ تو بہت تی ماہر ہے میں تو اسے ناشتاہ تیار کرتے دیکھ کر حیران رہ

گئی ہوں۔ کیا پھر تی ہے بھی کیا سلیقہ ہے کم از کم یہ بات مجھ میں تو نہیں ہے۔“

ناشہ تیار کرنے کے بعد فرزانہ نے کچن سے نکل کر لاونچ میں آ کر کہا تھا۔

زہرہ خالہ اس کی بات پر مسکرائی تھیں۔

”وہ بھی تو محل سے ہی سکھڑا اور سلیقہ مند لگتی ہے۔“ ابھی وہ دو فوں اس کی مدح سرائی

میں مصروف تھیں کہ اس نے لاونچ میں ڈائینگ نیبل پر ناشہ لگا شروع کر دیا۔

”فرزانہ تم بھی مدد کرونا اس کی۔“ زہرہ خالہ نے فرزانہ کو بہادیت کی تھی۔

”خالہ وہ کر لے گی آپ کو تو پہاڑی ہے میرا دل نہیں لگتا یا انھا انھا کر چیزیں لانے اور سجائے میں۔“ فرزانہ نے دافنستہ طور پر سکتی کا مظاہرہ کیا۔

”رہنے دیں خالہ میں کر لیتی ہوں یہ تو بہت معمولی سا کام ہے۔“ شانے دھیسے لجھے

میں نظریں جھکاتے ہوئے کہا تھا۔

”کیا غصب کی ادا کاری کر رہی ہے چیل۔“ فرزانہ نے دل میں داد دی تھی۔ زہرہ

خالہ اور متاثر ہوئی تھیں۔

”فاروق بھائی انھوں گے ہیں تو انہیں ناشتے پر بلا لیتے ہیں۔“ فرزانہ نے کہا تھا۔

”انھوں تو گیا ہے یہ میوزک کی آواز نہیں آ رہی تم کوگر بیہاں ناشتہ کہاں کرے گا تم لوگوں

کے ہوتے ہوئے۔“

”مگر میں بلا کر لاتی ہوں۔“ فرزانہ زہرہ خالہ کے مزید پکھ کرنے سے پہلے ہی فاروق

کے کمرے کی طرف چل پڑی تھی۔

”وہ ابھی آتے ہیں۔“ فرزانہ کچھ دیر بعد دوبارہ لاونچ میں شمودار ہوئی تھی۔

”اچھا اگر وہ آہنی رہا ہے تو پھر کچھ دیر انتظار کر لیتے ہیں کیوں نہ؟“ زہرہ خالہ نے شنا

سے پوچھا۔

”نمیک ہے خالہ جیسے آپ کہیں۔۔۔!“ شانے اپنی ایکٹنگ جاری رکھی تھی۔

اور پھر چند لمحوں کے بعد سفید شلوار قیص میں ملبوس آفیشیلوٹن سے مہلتا ہوا فاروق

لاونچ میں داخل ہوا تھا۔ شنا کو دیکھ کر وہ یک دم نمیک گیا مگر پھر اس نے سینٹرل نیبل پر اپنا بریف کیس

رکھا اور خاصوٹی سے ناشتے کی میز پر بر اجہان ہو گیا۔

”آؤ بیٹا تم دونوں بھی آ جاؤ!“ تہرہ خالہ ان دونوں کو دعوت دیتی ہوئی خود بھی ایک کری سمجھ کر بینے گئیں۔ ان کی بات پر فاروق کے چائے کا کپ سمجھتے ہوئے ہاتھ نہنک گئے تھے اب اس نے ڈائنگ نیبل کو غور سے دیکھا تھا اور اتنے زیادہ برتوں کا مقصداں کے دامن میں واضح ہوا تھا اس نے ان دونوں کو ڈائنگ نیبل پر قریب آ کر کری سمجھ کر بینتے دیکھا اور پھر اس نے چائے کے کپ میں چائے انڈیلنا شروع کی۔

زہرہ خالہ نے باری باری مختلف چیزیں اٹھا کر اس کے سامنے رکھنا شروع کر دیں۔

”آج ناشترشنا نے تیار کیا ہے۔ کیا لذت ہے اس کے ہاتھ میں یہ شاہی نکڑے کھا کر دیکھو۔“

زہرہ خالہ نے تعریفی پروگرام شروع کیا تھا اس نے ایک نظر اٹھا کر شنا کو دیکھا پھر اپنے سامنے موجود شاہی نکڑوں کو پھر اس نے چائے کے کپ سے آخری دو گھونٹ لئے اور نیبل سے اٹھ گیا۔

”فاروق تم نے ناشتر کیوں نہیں کیا اتنی جلدی اٹھ گئے؟“

زہرہ خالہ نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔

”نہیں بس مجھے چائے ہی ہی ہی تھی مجھے کہیں جانا ہے آج۔“ اس نے بریف کیس اٹھاتے ہوئے کھا پھر وہ مزید سچھ کہے بغیر لا دوخ سے نکل گیا۔ ثانے مایوسی سے فرزانہ کو دیکھا جس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلی دی تھی۔

”خالہ یہ فاروق بھائی کا کرہ تو بہت ہی گندابے۔“

”ہاں بیٹا اب میں کیا کروں وہ تو کسی چیز کو ہاتھ ہی نہیں لگانے دیتا کہی کہی ہمتوں کے بعد ملازم سے صفائی کرواتا ہے وہ بھی خود سر پر کھڑا ہو کر۔“

”آپ فکر نہ کریں خالہ آج ہم دونوں مل کر ان کا کرہ صاف کر دیں گے اور ایسا صاف کریں گے کہ وہ خوش ہو جائیں گے۔“

فرزانہ نے خالہ کو یقین دلا یا تھا مگر خالہ پر بیشان ہو گئی تھیں۔

”نہیں بیٹا وہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کی اجازت کے بغیر کمرے میں جائے۔“

”خالہ کچھ نہیں ہو گا آپ تو فکر نہ کریں صفائی کے ناپسند ہوتی ہے اور فاروق بھائی

کو بھی نہیں ہوگی۔ ” خالہ فرزانہ کو مزید نہیں روک سکیں۔

شانے فاروق کے کرمے میں داخل ہوتے ہی چینی ماری تھی۔

"اتا گند افرزانہ اتنا گند اکرہ میں تو مر جاؤں گی صاف کرتے کرتے۔" وہ تقریباً رہ

دیگری -

”مگر صاف تو کرتا ہے تمہیں یہ سب“ لومیرج کرانا چاہتی ہو یا نہیں اور ویسے افسانے کی ہی بہر دنیں کبھی یہ بات نہیں کہتیں جو تم کہہ رہی ہو۔“ فرزانہ نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

”تم کہاں جا رہی ہو تم مدنیس کرو گی میری؟“

"ہیروں ہمیشہ ساری صفائی خود کرتی ہے ورنہ روانس نہیں ہو گا بھیں۔" فرزانہ

دروازہ بند کر کے چلی گئی تھی۔

اس نے بے چارگی سے کمرے میں چاروں طرف نظر دوزائی کرے میں ہر طرف کا رپٹ پر کچھ نہ کچھ پڑا تھا۔ کہیں کہیں کاڈیور ریکس کے علاوہ ہر جگہ تھا اور کہیں اخبار اور میگزین اپنا جلوہ دکھار ہے تھے اور جو جگہ ان سے نئی گئی تھی۔ وہ فاٹکوں اور کاغذات کے قیصر میں تھی۔ دھول اور رمنی کی ایک دیزرت ہر چیز پر موجود تھی اور اسے حیرت تھی کہ اگر یہ چیزیں استعمال ہوتی ہیں تو پھر ان پر رمنی کیسے موجود ہے۔

”کیسے کیسے گندے لوگ موجود ہیں اس دنیا میں۔“ اس نے دل میں سوچا تھا اور پھر کام پر بخت گئی ”مختہ بعد وہ کمرے سے نکل کر لاونچ میں آئی تھی فرزانہ زہرا خالہ کے پاس پہنچی چکیں ہا بک رہی تھی۔

”ہو گئی صفائی؟“ اے دیکھتے ہی اس نے یو چھا تھا۔ زبرہ خالہ بہت شرم مند و تھیں۔

”تم نے خواہ مخواہ اتنی تکلیف اٹھائی اس کا کرہ تو پھر گزندہ ہو ہی جاتا ہے۔“

”کوئی بات نہیں غالباً مجھے خوشی ہوتی ہے گھر کا کام کرنے پر۔“ بڑی میٹھی آواز میں اس نے سکرا کر کہا تھا۔

”ذر ایک نظر میں بھی کمرے کو دیکھ لیتی ہوں۔“ فرزانہ پہاڑیں کیوں مخلکوں تھیں مگر کمرے کا دروازہ کھولتے ہی ایک آداز تحسین اس کے طبق سے برآمد ہوئی تھی۔

”بھی تم نے تو کمال کر دیا یہ تو کچھ دیر پہلے والا کمرہ لگتی نہیں رہا پکی بات ہے نا اس تھہارا کام ہو جاتا ہے وہ تمہارے سلیقے کا قائل ہوئی جائے گا۔“ اور اس بار واقعی ان کی دعا میں اونت رنگ لائی تھیں۔ ایک بفتے کے بعد فاروق کی منگنی فرزانہ سے ہو گئی تھی۔



”دیکھا میں صحیح کہتی تھی تاکہ یہ دوست واقعی مار آتیں ہوتے ہیں اب دیکھو اسے کتنی سمجھنی نکلی ہے، کتنی میسی بن کر بیٹھی ہے ذرا خیال نہیں آیا سے میرے حق پر ڈاکڑا لتے ہوئے یہ جو میری لو میرج نہیں ہو پار ہی نا اس میں تم لوگوں کا ہی ہاتھ ہے تم لوگ میرے ہر منصوبے کو نا کام بنا دیتے ہو تم لوگ چاہتے ہی نہیں کہ میری بھی کوئی خواہش پوری ہو۔“
شا ایک سمجھنے سے دہائیاں دے رہی تھی اور فرزانہ شرمندہ کی سامنے بیٹھی اپنے ہاتھ میں پہنچی ہوئی انکوٹھی کو گھمارتی تھی۔

”ارے کیا نہیں کیا اس بار میں نے کون سے پاپ نہیں بیلے جی تو زکر محنت کر کے اس کا کمرہ صاف کیا ایک ماہ تک ان کے گھر جا جا کر ڈرامہ کرتی رہی اپنی آواز تک بند کر لی اپنی زبان پر قابو کر لیا مگر پھر بھی کیا فائدہ ہوا مجھے آخر میں یہ چیز میں اسے لے اڑی اور میں پھر دیں کی وہیں ہوں۔“

اب معاملہ فرزانہ کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔

”میں کچھ دیر پہلے تک اس منگنی پر واقعی شرمندہ تھی مگر اب نہیں ہوں بار بار صفائی کی دہائی دے رہی ہو کیا صاف کیا تھا تم نے سارا کوڑا اکٹھا کر کے اس کے بیٹے کے یقچے جمع کر دیا جسے اپنے کرے میں کرتی ہو اس نے جو بے کار کاغذات فائلوں سے نکال کر ان کا ڈھیر لگایا ہوا تھا تم نے انہیں پھر سے اس کے کام کے کاغذات کی فائلوں میں لگایا، بھری دو پھر میں تم نے اس کے ڈھیر پر کھے ہوئے پودوں کو پانی دیا اور ایک بھی پودہ ضائع ہونے سے نہیں بچا جو پودے اس نے اندر رکھے ہوئے تھے وہ اس نے باہر سے منگوائے ہوئے تھے اور انہیں ایک خاص حد سے زیادہ پانی نہیں دیا جاتا اور تم نے انہیں پانی سے بھر دیا استیانا اس مار دیا ان کا۔

اور تمہیں کس نے کہا تھا کہ ڈھیر پر کھے ہوئے گلوں سے پھول تو زکر گلدستے بنانا کہ اس کے کرے میں سجاوڈہ غیر ملکی پودے تھے اور سال میں ان پر ایک بار پھول آتے ہیں اور تم نے

جن جن کر انہیں تو زکر کرے میں سجادا۔

جو تو پرپاش کرنے کو میں نے کہا تھا اور تم نے اس کے سفید جو گز تک پرپاش پھیر دی کون حق پھیرتا ہے جو گز پرپاش اخبارات اور بیگزین اخفا کر کھنے کی بجائے تم نے ان میں سے تصویریں کاٹیں ہالی وڈ کے ایکٹرز کی ستیا ناس مار دیا تم نے ان میگزینز کا گندے کپڑے تم نے لپیٹ کر صاف کپڑوں کے ساتھ ہی الماریوں میں نہوں دیئے۔

اپنی حرکتوں پر شرم کرنے کی بجائے تم بڑھ بڑھ کر با تکمیل کر رہی ہو اس دن جب وہ واپس آیا تھا اور اپنے کمرے میں جا کر اس نے تمہارے کارناموں کو دریافت کرتا شروع کیا تو ہنگامہ مجاہد یا تھائیز ہرہ خالہ نے مجھے اسی وقت گھر سے بلوایا اور رات آنھے بجے تک میں روٹی ہوئی اس کا کمرہ نھیک کرتی رہی تھی۔

کرشل کے جوڑیکوریشن پیس تم نے تو زنے کے بعد کھڑکی میں چھپائے تھے وہ بھی میں نے برآمد کرنے تھے اور میں تو اس وقت کو کوس رہی ہوں جب میں نے اس منصوبے پر عمل درآمد شروع کیا تھا، جتنی شرمندگی مجھے زہرہ خالہ اور فاروق کے سامنے اخافی پڑی وہ تو میں ہی جانتی ہوں اور جو جهاڑیں مجھے اپنے گھروالوں سے کھافی پڑیں اس کی توبات ہی کیا اور تم پھر بھی بڑی مظلوم بن رہی ہو۔“

اس کی دوستوں کی ہمدردیاں یک دم فرزانہ کے ساتھ ہو گئی تھیں اب ثنا شرمندہ ہی بیٹھی تھی۔

”میں بتا رہی ہوں تمہیں کام چوروں کی لو میرج بھی نہیں ہوتی کام چوری اور لو میرج دو متضاد چیزیں ہیں اور ویسے بھی تمہاری لو میرج ہو یہی نہیں سکتی کون سا حرہ استعمال نہیں کیا تم نے ہر راست کا آئیڈیا استعمال کر لیا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا تمہیں نہ تمہارا کوئی کزن اس قابل ہے کہ اسے قریباً کا بکرا بنا لیا جائے لوگوں کے گھر جا جا کر تم بڑی طرح خوار ہو میں محلے میں عزت کی وجہ سے وہاں کوئی ردمانس کا امکان نہیں۔“

تمہارے اب انے دوسری شادی نہیں کی کہ وہیں سے کوئی اضافی رشتہ دار برآمد ہو جائے نیلی فون پر رومانس کا حشر تم نے دیکھ لیا، کالائق تم اتنی ہو کہ کہیں کوئی تو کری بھی تمہیں نہیں مل سکتی کہ وہیں ردمانس کا کوئی چانس ہوتا اپنے کانج میں کو الجو کیشن بھی نہیں کہ وہیں سے تمہیں کوئی سہارا مل

جاتا اور تمہیں تو آج تک کسی لڑکے نے چھیڑا بھی نہیں کیسی قسمت دی ہے تمہیں اللہ نے اور جو آئندہ یا ہمیشہ کامیاب رہتا ہے اسے تم نے اپنی پڑھ رائی اور کام چوری سے گنوادیا۔

پہاڑے فاروق نے میری صفائی دیکھ کر اپنی ماں سے میرے ساتھ شادی کی خواہش کا انہمار کیا تھا۔“

فرزانہ کے آخری جملے پر شانے بھاں بھاں کر کے روشنہ رو ع کر دیا۔

”بھائی تمہارے چھوٹے ہیں کہ انہیں کا کوئی بے چارہ دوست کام آ جاتا تمہیں تو بھائیوں کا بھی کوئی فائدہ نہیں اور ہمارے بھائیوں کا تو تمہیں پہلے ہی پہاڑے اس لئے بہتر ہے کہ تم یہ لو میرج کا چکر چھوڑ دو اور دیے بھی جس طرح کی تمہاری حرکتیں ہیں تمہاری تو ارنٹ میرج بھی ہو جائے تو تم اس پر بھی ٹکردا کرنا۔“

شنا کی بھاں بھاں میں اور اضافہ ہو گیا تھا فرزانہ آج واقعی صاف گوئی کا مظاہرہ کرنے پر تھی ہوئی تھی۔

”ہاں صحیح کہہ دی ہے فرزانہ تم یہ گھٹیا تم کے شوق پالنے سے باز آ جاؤ۔ اتنی کوشش کافی تھی اب کام نہیں بناتا تو بس چھوڑ دا سے اور کوئی ڈھنگ کے کام سے کھو اور یہ بھاں بھاں بند کرو اپنی یہ کوئی شالا مار باغ نہیں ہے کہ تمہاری بھاں بھاں سن کر کوئی شہزادہ سلیم آ جائے گا یہ کالج کالان ہے یہاں اگر کوئی آیا بھی تو وہ پچین سالہ مالی ہو گا جو ہمیشہ ہمیں اور خاص طور پر تمہیں یہاں سے اٹھانے آتا ہے کیونکہ تم جہاں نہیں ہو دہاں کی گھاس جن میں کروڑ دیتی ہو سمجھیں بند کرو اب اپنا یہ منہ۔“

شازیہ نے اس بارے ڈانتا تھا۔



بہت دن وہ اداں پھرتی رہی کوئی کام نہیں کر سکتی تھی ورنہ شاید خود ہی دوبارہ کوئی کوشش کرتی کام چوری کے فاکس کا اسے پہلی بار احساس ہوا تھا لیکن صرف احساس ہی ہوا تھا اس نے عملی طور پر اپنی کام چوری ختم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی سارا دون خیالی پلاڑ پکا کر وہ خود کو مصروف رکھتی خیر مصروف رکھنے کے کچھ اور طریقے بھی وہ استعمال کیا کرتی تھی جن میں سب سے پسندیدہ بھائیوں کی پٹائی تھی۔

پھر انہیں دنوں میں اس کے لئے ایک رشد آیا تھا امی نے اس سے ذکر کیا تھا اور اس

نے خاموشی سے ہائی بھر لی تھی جب لو میرج نہیں تو پھر اربعین میرج کہیں بھی ہو جائے اسے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس کے والدین نے ہاں کر دی تھی کیونکہ رشتہ ہی اتنا اچھا تھا کہ انہوں نے غور و خوض میں بھی زیادہ وقت نہیں لیا اس کے بھائیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی اب وہ بڑے اطمینان اور سکون سے اس سے پہنچتے تھے۔

”بس ذرا صبر کرو کہ مار کے دن تھوڑے ہیں۔“ عاصم ہر دفعہ پہنچنے کے بعد گلناٹا پھرتا۔

شنا کے سارے خواب بکھر چکے تھے گھر میں اس کی معنگی کی تیاری ہو رہی تھی اور اس نے لڑکے کے بارے میں جانتے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی اسے اس کی تصویر دیکھنے کا اشتیاق ہوا تھا اسے بار بار اس لڑکے کا خیال آتا تھا وہ فون کیا کرتا تھا اور جتنی بددعا کیں اسے یاد تھیں وہ اسے دے چکی تھی اسے تو فون کی شکل سے بھی نفرت ہو گئی تھی۔

”کیا فائدہ ہوا فون لگوانے کا ایک وہ افسانہ نگار کی ہیر وائن ہے، ہمیشہ فون پر ہی رومانس کر کے لو میرج کرتی ہے اور ایک یہ ہمارا کم بخت فون ہے فائدہ کوئی ہو انہیں ہاں مل آ جاتا ہے کم بخت ہر میئنے۔“

وہ جل کر ایسے سوچتی جیسے فون کی ایجاداہی مقصد کے لئے کی گئی تھی اور جیسے PTC نے پاکستان میں فون کی تعییب کا کام اس اعلیٰ وارف مقصد کے لئے کیا تھا۔

”باجی آپ کا فون ہے۔“ اس شام عاصم نے اسے پکار کر کہا تھا اس نے سوچا کہ کسی دوست کا فون ہو گا کیونکہ آج کل اس کی فریبند زبار بارے فون کیا کرتی تھیں۔

”ہیلو کیا حال ہے آپ کا۔“ وہ فون پر ابھرنے والی آواز کوں کر ساکت ہو گئی تھی پچھانے میں تاخیر نہیں ہوئی اس سے۔

”کیوں بھی خاموش کیوں ہیں ایسے اچنچھے کا کام تو نہ کیا کریں۔“ اس کی چیختی ہوئی آواز پر اس کا خون املئے گا۔

”بیڑا غرق ہوتا ہمارا ساری دنیا کی لعنت ہو تم پڑ کہاں مر گئے تھے زمین نگل گئی تھی یا آسان کھا گیا تھا میں زیل کیئے۔“

”دل کو سلی ہوئی کر آپ وہی ہیں جنہیں ہم نے دل میں بسا یا تھا کچھ اور کہتا ہو تو وہ بھی کہنے تاکہ کوئی حرمت نہ ہے آپ کے دل میں۔“ دوسری طرف سے وہی اطمینان برقرار تھا۔

”سنوم اب مجھے کبھی فون مت کرنا میری منکنی ہو رہی ہے اب تم سے میرا کوئی داسط نہیں ہے۔“

”واہ بھی کیا بات ہے آپ نے تو کارنامہ کر دیا، مبارک ہو بھی بہت بہت منکنی کی کوئی مٹھائی دھائی کھلائیں۔“ ادھر صدے کی کوئی کیفیت نہیں تھی شاکو مزید صدمہ ہوا۔

”تمہیں تو میں جوتے کھلاوں گی اور وہ بھی درجنوں کے حساب سے ایک بار نظر تو آؤ۔“

”تم۔“

”نظر بھی آئیں گے بھی نظر بھی آئیں گے ایسی بھی کیا جلدی ہے مگر آپ کے پاس کوئی اچھی ڈش نہیں ہے کبھی آپ جوتے کھلاتی ہیں کبھی گولیاں کوئی change لا لیں دنیا میں اور بھی اچھی چیزیں ہوتی ہیں کھانے پینے کے لئے اور مجھے تو دیے بھی کوئی تجربہ نہیں ہے ان چیزوں کا۔“ وہ اس کی بات پر کچھ حیران ہوئی تھی۔

”کیا مطلب ہے تمہارا میں نے کب تمہیں گولیاں کھلانے کی بات کی۔“

”اُرے یاد نہیں آپ کو آپ نے کہا نہیں تھا کہ آپ مجھے گولی مار دیں گے کتنے کو مارنے کی بجائے۔“

اس کے ہاتھ سے ٹیلی فون چھوٹے چھوٹے بچا تھا اسے یاد آیا کہ اسے پہلی وفعہ اس کی آواز مانوس کیوں لگی تھی یک دم دہ بے حد گھبراگئی تھی۔

”پچ پچ بھی آواز کیوں بند ہو گئی کچھ کہنے جناب اپنی درخشاں روایات کے مطابق۔“

بمشکل اس کے منہ سے آواز لکلی تھی۔

”یہ تم ہو۔“

”بالکل جناب یہ میں ہوں آپ کا خادم آپ کا غلام۔“ وہ شوخ ہو رہا تھا۔

”تم نے میرا فون نمبر کیے لیا۔“

”آپ خود ہی دے گئی تھیں یاد ہے آپ کو آپ کا بیگ گرا تھا میرے پورے پورے میں تب اس میں سے آپ کا کافی ID کا رڈ گر گیا تھا۔ اس وقت تو مجھے نظر نہیں آیا مگر آپ کے جانے کے بعد مجھے نظر آیا تھا لیکن مجھے یہ پتا نہیں تھا کہ شا آپ یہ یادہ دوسری بڑی کیوں کہ ID کا رڈ پر تصویر ہے۔“

”خیز میں نے کارڈ پر لکھے ہوئے نمبر کوڑا ای کرنے کی کوشش کی چندوں تو فون آپ کی ای

انھاتی رہیں اور میں فون بند کر دتا مگر ایک دن آپ نے فون انھاتی لیا اور میں نے آپ کی آواز پہچان لی تھی اس معاملے میں میراٹریک ریکارڈ آپ سے بہتر ہے۔

آپ نے میری آواز نہیں پہچانی مگر مجھے دلماں کرنے کا شرف عطا فرمادیا جوں جوں آپ سے لفڑکر تارہا آپ کے عشق میں مزید گرفتار ہوتا گیا آپ کی بے وقوفی کافیت ہوں میں مجھے لگتا تھا کہ دنیا میں ایک میں ہی اکیلا بے وقوف ہوں مگر آپ سے مل کر اور پھر بعد میں باتیں کر کے اور آپ کے بارے میں مزید جان کر معلوم ہوا کہ اس بھری دنیا میں میں تھا نہیں ہوں اور بھی دنیا میں میں بے وقوف بہت اچھے۔

پھر آپ کو دیکھنے آپ کے کان بھی جاتا رہا فون پر باتیں کرنے سے مجھے یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ آپ لو میرج کے شوق میں گرفتار ہیں مگر آپ اس کے لئے کیا کیا حر بے استعمال کر رہی ہیں اس کا اندازہ مجھے تب ہوا تھا جب آپ نے میرے دوست کے کمرے کی صفائی کرنے کی بجائے صفائی کرنے کی کوشش کی، حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے بھی فاروق میرا دوست ہے پہلے مجھے پہنچنے تھا کہ آپ نے اس کے گھر آنا جانا شروع کیا ہے میں تو ان دونوں اچانک اصریکہ چلا گیا تھا آپ کو بتانے کے لئے کتنی بار فون کیا مگر آپ سے بات نہیں ہو پائی کیونکہ فون یا تو آپ کی امی انھاتی تھیں یا آپ کے اباسوآپ کو بتائے بغیر ہی باہر جانا پڑا جب واپس آیا تو فاروق نے اپنی ملکتی کا قصہ آپ کے سیقر کے ساتھ سنایا تھا۔

آپ کا نام سن کر میں چونکا تھا مگر شنا تو اور بھی ہو سکتی تھی حالانکہ دل پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ شنا تو اور بھی ہو سکتی ہیں مگر بے وقوف ایک ہی ہے پھر جب اس نے اپنی ملکتی کی تصویر دکھائی تو میرا شک یقین میں بدل گیا تھا کیونکہ فرزانہ بھی انہیں لڑکوں میں شامل تھی جو آپ کے ساتھ اس دن کے اور انسانوں کی رویں میں شامل تھیں۔

میں نے سوچ لیا کہ اب معاملہ حد سے بڑھتا جا رہا ہے آپ کی لو میرج کا شوق پورا کرتا ہی پڑنے گا ورنہ آپ زمانے پر پہنچنے کیا کیا ستم توڑیں۔

اس کی باتوں سے ثنا پر گھزوں پانی پڑتا جا رہا تھا اور وہ بولتا جا رہا تھا۔

”تو پھر میں نے اپنی املاں اور بہن سے کہا کہ وہ اس ایڈریس پر رشتہ لے کر جائیں اس کے لئے کیا پاپ بیلنا پڑے وہ ایک الگ کہانی ہے جو آپ کو شادی کے بعد خود آپ کی ساسنادریں گی۔“

اب وہ سکتے کے عالم میں تھی۔

”مجھے اندر یہ شرعا کہ کہیں آپ کے والدین کوئی گز بڑنہ کر دیں مگر وہ تو آپ سے اس قدر بچ کر بیٹھنے تھے کہ انہوں نے ہاں کرنے میں ذرا در نہیں لگائی ہاں آپ کے بھائی نہ رائیک میں عظیم انسان بننے کی پوری صلاحیتیں موجود ہیں اس نے میری بہن کو ہاں کے جانے پر آپ کے حالات زندگی اور اعمال زندگی بتانے کے ساتھ کہا تھا کہ ”ابھی بھی وقت ہے سوچ لیں آپ اب جسے لوگ ہیں پھر نہ کہنے گا کہ ہمیں لڑکی کے بارے میں کچھ بتایا نہیں۔“

مجھے فخر ہوا تھا آپ کے بھائی پر اور میں نے تمیز کر لیا تھا کہ میں آپ سے شادی کر کے اسے آپ کے ظلم و ستم سے ضرور نجات دلواؤں گا یا اس عظیم انسان کے لئے میرا حیران ساند رانہ ہو گا۔

اب تو آپ کو پتا چل ہی گیا ہو گا کہ میں آپ کا ہونے والا ملکیت اور آپ کے بھائیوں کے لئے مسیحا ہوں اور آپ اپنے ہونے والے ملکیت کا نام تو جانتی ہی ہوں گی اپنا نام میں آپ کو بتا دیتا ہوں میرا نام سعدی ہے لیکن شیخ سعدی کے قبلے سے میری کوئی نسبت نہیں ہے اور وہ ہی ہونے کا امکان ہے کیونکہ آپ سے شادی کے بعد تو واتا تی والی کسی بات کی توقع کی ہی نہیں جاسکتی مجھ سے۔“

”بہت خبیث انسان ہو تم اور سید ہے دوزخ میں جاؤ گے۔“ آیک لمبے وقٹے کے بعد وہ بولی تھی مگر اب اسے غصہ نہیں آ رہا تھا بلکہ وہ شدید قسم کی شرمندگی کے احساس سے دوچار تھی۔

”خیر تم سے شادی اتنا بڑا اگنا ہے بھی نہیں ہے کہ مجھے اس کے لئے دوزخ میں جانا پڑے دیے آپ کی بات ہے اعمال میرے جیسے ہیں ان کی بنیاد پر اللہ نے مجھے دیے بھی دیں بھیجا تھا تمہاری طرح۔“ وہ سید ہا آپ سے تم پر آ گیا تھا۔

”صرف تم نہیں تمہارے دوست بھی بڑے کہنے ہیں کر مثل کے دو پیس نوٹ گئے میکریز سے چند تصویریں کاٹ لیں کچھ پودے خراب ہو گئے تو کیا ہوا ایسا کیا کیا تھا میں نے جس پر اتنا ہنگامہ برپا کر دیا کیا صفائی کرتے ہوئے نقصان نہیں ہو جاتا۔“

”ہاں واقعی اتنا تو نقصان ہو ہی جاتا ہے دیے مجھے لگتا ہے کہ مجھے تمہاری صفائی کی انشورنس کروانی پڑے گی۔“

”تم خواہ مخواہ میرا مذاق اذانے کی کوشش نہ کرو ہر بندے کو ہر کام نہیں آتا۔“

”مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں تو کوئی بھی کام نہیں آتا اور جو آتے ہیں وہ کرنے کے کام نہیں ہیں جیسے یہ لو میرج کا کام۔“ شنا کو اس کی بات پر بے حد شرم محسوس ہوئی تھی اس نے جھوٹ بولنا ضروری سمجھا۔

”خواہ مخواہ غلط فہمی ہے تمہیں مجھے اس قسم کا کوئی گھشا شوق نہیں ہے۔“

”یاراب اتنا بھی جھوٹ نہ بولو فرزانہ سے کافی تفصیلی گفتگو ہوئی میری تمہاری سرگرمیوں کے بارے میں اور تمہاری کوششوں کے بارے میں اور یہ جان کر تو صدمے سے مجھے ہارت افیک ہوتے ہوتے رہ گیا تھا کہ تم میرے گھر روانس کرنے کے لئے آئی تمہیں اور میری قسمت دیکھو کہ ایک کتنے کی وجہ سے یہاں در موقع میرے ہاتھ سے نکل گیا۔“

شنا کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے فرزانہ نے اسے کسی بھی صفائی کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

”بھی اگر تم چپ رہ کر شرمندہ ہو تو یہ کام نہ کرو بہت مشکل کام ہے یہ تم صرف وہی کام کیا کرو جو تم کر سکتی ہو، شام کو میری بہن تمہیں لینے آئے کی ملکتی کی انگوٹھی پسند کروانے کے لئے تم ان کے ساتھ ضرور آتا۔“

”مجھے نہیں آتا میں اس قسم کی لڑکی نہیں ہوں۔“ شنا نے فوراً انکار کر دیا۔

”اے بلند کرو دارِ باحیا، عفت ما آب مشرقی دو شیزہ مجھے داقی یقین آ گیا ہے کہ تم بہت ہی عظیم ہو اور جو کچھ میں نے تمہارے بارے میں سنا اور کہا ہے وہ واقعی غلط فہمیوں اور افواہوں پر منی ہے جو تمہارے حاسدین نے پھیلائی ہیں اس لئے کل شام کو آپ اپنے جلوہ کی تابانیوں سے اپنے اس حصیر غلام کو ضرور توازیے گا۔ تاکہ اسے یقین آ جائے کہ اس کی ملکتی اسی خاتون سے ہو رہی ہے جس کی عظمت کی ایک دنیا معرفت ہے۔“

اس بارہ کھلکھلائی تھی۔

”میں سوچوں گی۔“

”آج تک کبھی یہ کام کیا ہے۔“

”نہیں مگر کل شام ضرور کروں گی۔“

”خدا حافظ اپنے عظیم بھائی کو میرا سلام پہنچا دینا۔“

سعدی نے شرارت بھرے انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا۔

”ہاں ضرور سلام ہی نہیں اور بھی بہت کچھ پہنچاؤں گی میں اس آئین کے سانپ کو۔“

وہ بڑی بڑی تھی۔

بینڈ کے نیچے سے اس نے جوتے اور بیٹ نکال لیا تھا۔

”اور میری فریضہ زکبتی ہیں کہ میری قسم میں لو میرج نہیں ہے۔“ اس۔ اپنی

آئینیں چڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

”اوے عاصم اندر آ ذرا۔“ اس نے وہیں سے چلا کر کہا تھا لا دُنخ سے عاصم کے

قدموں کی آواز کے ساتھ اس کی گنگناہٹ قریب آتی باری تھی۔

”بس ذرا صبر کہ مار کے دن تھوڑے ہیں۔“

وہ بیٹ تھام کر دروازہ گھلوتی ہوئی مسکرائی تھی۔

